دینی تعلیم

دینی تعلیم

مولانا وحید الدین خاں

مکتبہ الرسالہ ، نئی دہلی

فہرست

دیباچہ	۳
توحید	۴
ساری تعریف اللہ کے لئے	۵
خدا کے فرشتے	۶
اللہ کا رسول	۷
ختم نبوت	۸
قیامت	۹
جب موت آئے گی	۱۰
دوسری دنیا	۱۱
جیسا بونا ویسا کاٹنا	۱۲
جنت کس کے لئے	۱۳
صراط مستقیم	۱۴
اسلام زندگی کا ضمیمہ نہیں	۱۵
اللہ کی عبادت	۱۶
پرستش کی قسمیں	۱۷
مومن کے صبح و شام	۱۸
اللہ کی راہ میں خرچ	۱۹
اسلامی اخلاق	۲۰
اتحاد کی جڑ تواضع	۲۱
وعظ کون کرے	۲۲
سچائی کا اعتراف	۲۳
انسانوں کی تین قسمیں	۲۴
خدا کا انعام	۲۵
اسلامی زندگی	۲۶
حقیقت کے مطابق	۲۷
خدا کی عینک سے	۲۸
ہر معاملہ میں احتیاط	۲۹
خدا کی خاطر بے اختیار ہونے والے	۳۰
آدمی کا امتحان	۳۱
جانچا جا رہا ہے	۳۲
کوئی دنیا کما رہا ہے کوئی آخرت	۳۳
واقعات کے درمیان	۳۴
انتخاب ہو رہا ہے	۳۵
اللہ والے	۳۶
کینہ پن نہیں	۳۷
مومن اللہ میں جیتا ہے	۳۸
غلطی کر کے پلٹنا	۳۹
اوپر اٹھ کر سوچنا	۴۰
اپنی غلطی کو جانئے	۴۱
مومن کی دولت	۴۲
معاش کا مسئلہ	۴۳
تعلیم	۴۴
مسجد	۴۵
اسلام اور کفر	۴۶
بندہ اور خدا کا معاملہ	۴۷
دعا کیوں قبول نہیں ہوتی	۴۸

First published 1980
Sixth Reprint 2004

No Copyright. This book does not carry a copyright.

Goodword Books Pvt. Ltd.
1, Nizamuddin West Market, New Delhi-110013
e-mail: info@goodwordbooks.com, www.goodwordbooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر رسالہ دین کے ابتدائی تعارف کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جلی قلم، سادہ انداز اور مختصر مضامین کے ساتھ یہ عمومی مطالعہ کے لئے بھی کارآمد ہے اور اسی کے ساتھ مدرسوں اور اسکولوں کے دینی نصاب میں بھی بخوبی طور پر شامل کیا جا سکتا ہے۔

عمومی تعارف یا ابتدائی نصاب میں استعمال کے لیے جو دینی رسالے اب تک ہمارے یہاں تیار کئے گئے ہیں وہ زیادہ تر عملی آداب (مینول) کے طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں کو پڑھنے والا اسلام کے مسائل یا اس کے مقررہ طریقے تو جان لیتا ہے مگر وہ دین کی روح اور اسلام کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا۔ ان کے علاوہ کچھ رسالے جو رسمی طریقے سے ہٹ کر لکھے گئے ہیں وہ بھی زیادہ تر اسلوب بیان کی حد تک اول الذکر سے مختلف ہیں۔ ایک اگر فقہی زبان میں ہے تو دوسرا ادبی زبان میں۔

اس میں شک نہیں کہ ان رسالوں کی اپنی افادیت ہے اور وہ بجائے خود ضروری بھی ہیں۔ تاہم ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں اسلام کی تعلیمات کو نفسیاتی انداز میں بیان کیا گیا ہو جو کہ قرآن کا عام انداز ہے۔ تاکہ آدمی جب اسلامی تعلیمات کو پڑھے تو اسی کے ساتھ وہ اس سے متاثر بھی ہوتا چلا جائے۔ اسلام کا تعارف حاصل کرنے کے ساتھ وہ اس کو اپنے قلب میں بھی اتار رہا ہو۔

اسلام کا تعارف صرف ایک قانون کا تعارف نہیں، وہ خالق کائنات کا تعارف ہے۔ اس لئے اسلام کو پڑھتے ہوئے آدمی کے اندر وہ ہلچل پیدا ہونی چاہئے جو کائنات کے خالق و مالک کی قربت سے ایک شخص کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اسلام کے تعارف کے لئے ایک ایسی کتاب درکار ہے جس میں صرف عقیدۂ خدا کی تشریح نہ ہو بلکہ خدا کے ساتھ تعلق کی خوراک بھی اس کے اندر موجود ہو۔ اس میں صرف آخرت کا بیان نہ ہو بلکہ اسی کے ساتھ آخرت کا خوف بھی اس میں رچا بسا ہوا ہو۔ اس میں صرف عبادت کے احکام نہ ہوں بلکہ عبادت کی روح بھی اس کے اندر سموئی ہوئی ہو۔ اس میں بندوں کے حقوق کا صرف تذکرہ نہ ہو بلکہ ظلم کی کراہت اور انصاف کی چاشنی بھی اس کے ساتھ لپٹی ہوئی ہو۔

زیر نظر رسالہ اسی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

وحید الدین

۲۳ اکتوبر ۱۹۸۰

توحید

کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ سورۂ اخلاص

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب اور حکیم ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ وہ زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول ہے اور وہی آخر بھی۔ وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی بھی۔ اور وہی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ حدید

اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے، سب کا تھامنے والا ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اس کو اونگھ لگتی ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین سب پر چھائی ہوئی ہے۔ اور ان کی نگرانی اس پر ذرا بھی گراں نہیں۔ بس وہی ایک ذات سب سے برتر اور عظیم ہے۔

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ اب جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا، وہ ان کو اندھیرے سے اجالے کی طرف لاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے ساتھی شیطان ہیں، وہ ان کو اجالے سے اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ آگ میں جانے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بقرہ

ساری تعریف اللہ کے لئے

ایک درخت ایک بے حد بامعنی واقعہ ہے مگر اس کو اپنی معنویت کا شعور نہیں۔ ایک پھول نفاست اور لطافت کا شاہکار ہے مگر کوئی پھول اپنی اس خصوصیت کو نہیں جانتا، ایک چڑیا بے حد حسین وجود ہے مگر کسی چڑیا کو اپنے حسن کا احساس نہیں۔ یہی حال دنیا کی تمام چیزوں کا ہے۔ دنیا کی ہر چیز حسین ترین آرٹ کا انتہائی کامل نمونہ ہے۔ مگر کسی چیز کو بھی اپنی اس حیثیت کا کوئی علم نہیں۔

پھر حسن ولطافت کی یہ نمائش گاہ کس کے لئے سجائی گئی ہے۔ یہ انسان کے لئے ہے۔ تمام معلوم کائنات میں انسان ہی واحد مخلوق ہے جو کسی چیز کے حسن کو دیکھتا ہے اور اس کی خوبیوں کو محسوس کر کے اس کی داد دے سکتا ہے۔ خدا نے دنیا کی صورت میں ایک حسین آرٹ بنایا اور انسان کو اس کی پرکھ دے کر اس کو زبان عطا کی تاکہ وہ خدا کی حسین تخلیق کو دیکھ کر جھوم اٹھے اور اپنی زبان سے اس کے خالق کو خراج تحسین پیش کرے۔ اسی کا نام حمد یا خدا کی تعریف ہے۔ حمد انسان کے اعلیٰ ترین جذبات کا وہ نذرانہ ہے جو خدا کے سامنے پیش ہونے کے لئے انسانی الفاظ میں ڈھل جاتے ہیں۔

حمد یہ ہے کہ ایک شخص دنیا میں خدا کی کاریگری کو دیکھے، وہ اس کے کمالات کو محسوس کر کے تڑپ اٹھے۔ اور پھر اس کی زبان سے بے تابانہ نکل پڑے کہ خدایا، ساری تعریف تیرے لئے ہے۔ تو پاک اور برتر ہے، خدایا تو مجھے اقرار کرنے والوں میں لکھ لے اور مجھ کو ان لوگوں میں نہ بنا جن کو تو اندھی حالت میں اٹھائے گا، کیونکہ انھوں نے تیرے حسن کو نہیں دیکھا، کیونکہ انھوں نے تیرے کمالات کا اعتراف نہیں کیا —— اللہ کو چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے اس طرح یاد کرنے کا نام حمد ہے، خواہ کہنے والا اپنے کلمات کو عربی زبان میں کہے یا کسی دوسری زبان میں۔

خدا کے فرشتے

خدا نے اپنی قدرت خاص سے جو مخلوقات پیدا کی ہیں انھیں میں سے اس کی وہ نورانی مخلوق ہے جس کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرشتے بے شمار تعداد میں ہیں۔ وہ کائنات کے ہر گوشے میں خدا کے احکام پہنچاتے رہتے ہیں اور خدا کے حکم کے تحت اس کی وسیع سلطنت کا انتظام کر رہے ہیں۔

فرشتے خدا کے حد درجہ وفادار کارندے ہیں جو اس کے حکم کے تحت موجودات کے پورے کارخانے کو چلاتے ہیں۔ زمین، سورج اور ستارے مسلسل حرکت کرتے ہیں مگر ان کی رفتار میں کروروں سال کے اندر بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ پانی اور بارش کا ایک زبردست نظام ہے جو زمین کے اوپر اربوں سال سے جاری ہے۔ زمین کی سطح پر ہر آن طرح طرح کے درخت اور پودے نکل رہے ہیں۔ انسان اور دوسرے زندہ اجسام روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور زمین پر اپنا رزق حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح کے ان گنت واقعات جو دنیا میں بہت بڑے پیمانہ پر ہو رہے ہیں وہ کیوں کر ہو رہے ہیں۔ خدا کے رسولوں نے بتایا کہ یہ سب کا سب ایک خدائی نظام ہے جس کو وہ اپنے غیبی فرشتوں کے ذریعہ چلا رہا ہے۔ خدا اور اس کی دوسری مخلوقات کے بیچ میں فرشتے ایک قسم کا درمیانی وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ خدا اپنی تمام مخلوقات پر اپنے حکموں کا نفاذ کرتا ہے۔ اسی طرح یہ فرشتے خدا کے پیغمبروں تک خدا کا کلام پہنچاتے ہیں۔ وہ انسانوں کے اعمال کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعہ خدا افراد اور قوموں پر اپنا انعام اتارتا ہے اور ان کو سزائیں دیتا ہے۔ فرشتے انسان کی روح قبض کرتے ہیں۔ انھیں فرشتوں کے ذریعہ وہ صور پھونکا جائے گا جو تمام عالم کو درہم برہم کر دے گا اور پھر کچھ لوگ جنت میں جگہ پائیں گے اور کچھ لوگ جہنم میں۔

اللہ کا رسول

کارخانہ سے ایک مشین بن کر نکلتی ہے تو اس کے ترکیب استعمال کا کاغذ بھی ساتھ رکھ دیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک انجینئر آتا ہے جو عملاً کرکے دکھا دے کہ مشین کو کس طرح چلانا چاہئے۔ انسان بھی ایک زیادہ پیچیدہ قسم کی زندہ مشین ہے۔ وہ پیدا ہو کر اچانک اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پاتا ہے جہاں کسی پہاڑ کے اوپر یہ لکھا ہوا نہیں کہ یہ دنیا کیا ہے اور یہاں اس کو کس طرح رہنا چاہئے۔ دنیا کی تعلیم گاہوں میں ایسے انجینئر بھی تیار نہیں ہوتے جو زندگی کے راز کو جانیں اور انسان کے لئے عملی رہنما کا کام دے سکیں۔

اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خدا نے اپنے رسول بھیجے۔ ہر رسول اپنے ساتھ اللہ کا کلام لایا۔ اس کلام کے ذریعہ خدا نے انسان کو بتایا کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے اور آدمی کو کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ اسی کے ساتھ رسول تمام انسانوں کے لئے خدا پرستانہ زندگی کا نمونہ تھے۔ آدمی کن جذبات و خیالات کے ساتھ جئے۔ وہ اپنے رب کو کس طرح یاد کرے۔ انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے وہ لوگوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کرے۔ اس کی دوستی اور دشمنی کی بنیاد کیا ہو۔ غرض ہر آدمی صبح سے شام تک جو زندگی گزارتا ہے اس کا عملی نمونہ اس کو رسول کی زندگی میں مل جاتا ہے۔

خدا نے اگرچہ ہر آدمی کی فطرت میں حق اور ناحق کی تمیز رکھ دی ہے۔ زمین و آسمان میں بے شمار نشانیاں پھیلا دی ہیں جن سے آدمی سبق حاصل کر سکے۔ تاہم اسی کے ساتھ خدا نے انسانوں کی زبان میں اپنی کتاب بھی اتاری اور انسانوں میں سے اپنے کچھ بندوں کو منتخب کرکے اپنا رسول مقرر کیا تاکہ ہدایت اور گمراہی کو سمجھنے میں آدمی کے لئے کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

ختم نبوت

پیغمبر عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول تھے۔ آپ کے بعد اب کوئی رسول نہیں آئے گا، یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

اللہ کی طرف سے جتنے رسول آئے سب ایک ہی دین لے کر آئے۔ ان کے بولنے کی زبانیں الگ الگ تھیں مگر دین سب کا ایک تھا۔ مگر پچھلے نبیوں کی تعلیمات کو ان کے ماننے والے ان کی اصلی حالت میں محفوظ نہ رکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار پیغمبر آتے رہے تاکہ خدا کے دین کو از سر نو تازہ اور زندہ کردیں۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا انقلاب آیا جس نے دین کو اس کی اصل حالت میں محفوظ کردیا۔ اس لئے اب نیا پیغمبر آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خدا کا دین اس طرح قائم ہوگیا جو آپ کے بعد ہر دور میں پیغمبر کا بدل بن سکے۔ خدا کی کتاب ویسی ہی کی ویسی محفوظ ہے جیسی کہ وہ آسمان سے اتری تھی۔ حتیٰ کہ اب پریس کے دور میں چھپ کر وہ دنیا بھر میں ہر آدمی تک پہنچ گئی۔ رسول کی زندگی ایک کامل نمونہ کی حیثیت سے مستند کتابی مجموعوں میں مرتب ہوگئی۔ رسول کے بعد ایک ایسی مستقل امت وجود میں آگئی جو نسل در نسل قرآن وسنت کے علم کو لوگوں تک پہنچاتی رہے اور اسی کے ساتھ دین کے طریقوں (مثلاً نماز کیسے پڑھی جائے) کو اس طرح عملی طور پر بتاتی رہے کہ کسی کو اس کی تعمیل میں دشواری نہ رہے۔ ہر دور کا انسان دین کو ٹھیک اسی طرح پاتا رہے جس طرح رسول کے زمانہ کے انسانوں کو وہ رسول کے ذریعہ ملا تھا۔

جب دین محفوظ ہوگیا اور لوگوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے اس کا تسلسل قائم ہوگیا تو اب نیا نبی آنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کے ذریعہ وہ کام ہوتا رہے گا جو پہلے رسول کے ذریعہ انجام پاتا تھا۔ پہلے یہ کام براہ راست رسولوں کے ذریعہ ہوتا تھا، اب وہ رسول کی امت کے ذریعہ ہوگا۔

قیامت

ہر روز رات کے بعد دن آتا ہے۔ جو چیزیں رات کے وقت اندھیرے میں چھپی ہوئی تھیں وہ دن کے اجالے میں ایک ایک کر کے سامنے آجاتی ہیں۔ اسی طرح موجودہ دنیا کے بعد آخرت کی دنیا آئے گی۔ اس وقت تمام حقیقتیں دن کی روشنی کی طرح کھل جائیں گی۔ آج آدمی اپنی برائی کو مصنوعی اعمال میں چھپا لیتا ہے۔ کسی کو خوبصورت الفاظ مل گئے ہیں جو اس کی باطل پرستی کو حق پرستی کے روپ میں پیش کر رہے ہیں۔ کسی کے لئے اس کی ظاہری رونقیں اس کی باطنی گندگی کا پردہ بن گئی ہے۔ ہر آدمی کی حقیقت "رات" کی تاریکی میں ڈھکی ہوئی ہے۔ مگر قیامت اس طرح کے تمام پردوں کو پھاڑ دے گی، وہ دن کی روشنی کی طرح ہر چیز کو اس کی اصلی حالت میں دکھا دے گی۔

وہ وقت بھی کیسا عجیب ہوگا جب حقیقتوں سے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اس دن ہر آدمی وہاں کھڑا ہوا دکھائی دے گا جہاں وہ حقیقۃً تھا نہ کہ اس مصنوعی مقام پر جہاں وہ آج اپنے کو کھڑا کئے ہوئے ہے۔

کتنے لوگ جو آج اقتدار کے مالک بنے ہوئے ہیں اس دن ان کے پاس عجز اور بے چارگی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ کتنے لوگ جو آج انصاف کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اس دن وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ کتنے لوگ جو آج اہم شخصیت کا درجہ پائے ہوئے ہیں اس دن وہ کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حقیر دکھائی دیں گے۔ کتنے لوگ جن کے پاس آج ہر بات کا شاندار جواب ہے اس دن وہ ایسے بے جواب ہو چکے ہوں گے جیسے کہ ان کے پاس الفاظ ہی نہیں۔

جب موت آئے گی

اگر آپ اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں تو ساری دنیا آپ کے لئے تاریک ہوجائے گی۔ سورج کی روشنی اور آسمان کی بلندی سے لے کر درختوں کی سرسبزیاں اور شہروں کی رونقیں تک سب اندھیرے میں چھپ جائیں گی۔ ساری چیزیں موجود ہوتے ہوئے بھی آپ کے لئے غیر موجود بن جائیں گی۔

ایسی ہی کچھ مثال آخرت کی ہے۔ آخرت ایک مکمل حقیقت ہے۔ بلکہ آخرت سب سے بڑی حقیقت ہے۔ مگر وہ ہم کو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ وہ ہمارے لئے غیب میں ہے۔ اس کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں۔ موت کا دن وہ دن ہے جب کہ غیب کا پردہ ہماری آنکھوں سے ہٹادیا جاتا ہے۔ موت کے فوراً بعد آدمی آخرت کی دنیا کو اسی طرح دیکھنے لگتا ہے جس طرح آج ایک بند آنکھ والا آنکھ کھولنے کے بعد موجودہ دنیا کو دیکھتا ہے۔

ایک شخص کی آنکھ پر پٹی باندھ کر اس کو زندہ شیر کے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ وہ بالکل بے خبر ہو کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ اسی حالت میں اچانک اس کی آنکھ کھول دی جائے۔ اس وقت زندہ اور کھلے ہوئے شیر کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کا جو حال ہوگا اس سے کہیں زیادہ بدحواسی آدمی کے اوپر اس وقت طاری ہوگی جب کہ وہ موت کے بعد اچانک آخرت کو دیکھے گا۔

وہ شخص جو دنیا میں اپنے آپ کو بہت سے سہاروں کے درمیان پاتا تھا، اچانک دیکھے گا کہ وہ بالکل بے سہارا ہو چکا ہے۔ اس کے وہ دوست اس سے چھوٹ چکے ہوں گے جن کے درمیان وہ تفریح کرتا تھا۔ اس کے وہ بیوی بچے اس کے لئے غیر بن چکے ہوں گے جن کو وہ اپنا سمجھ کر اپنا سب کچھ ان کے اوپر قربان کر رہا تھا۔ اس کے وہ مادی اسباب جن پر وہ اعتماد کئے ہوئے تھا مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بے حقیقت ثابت ہوں گے۔ وہ باتیں جن کو وہ بے وزن سمجھ کر نظرانداز کر دیتا تھا وہ لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ سخت بن کر اس کے سامنے کھڑی ہوں گی۔

دوسری دنیا

خدا کی موجودہ دنیا حد درجہ مکمل دنیا ہے مگر اس کا نظام امتحان کے مقصد کے تحت بنایا گیا ہے ، خدا کے منصوبہ کے تحت مستقل اور معیاری دنیا وہ ہے جو جزا و سزا کے تقاضوں کو پورا کرے۔ موجودہ دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے امتحان کی مدت پوری ہونے کے بعد خدا موجودہ دنیا کو توڑ دے گا اور دوسری زیادہ کامل دنیا بنائے گا جہاں برے لوگ اور اچھے لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور ہر ایک اپنے عمل کا ٹھیک ٹھیک بدلہ پا سکے۔

موجودہ دنیا میں ایک عجیب وغریب تضاد نظر آتا ہے۔ یہاں چڑیاں خدا کی حمد کے نغمے گاتی ہیں مگر انسان انسان کا قصیدہ پڑھتا ہے۔ یہاں ستارے اور سیارے ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر اپنا سفر کرتے ہیں مگر انسان جان بوجھ کر ایسا راستہ اختیار کرتا ہے جس میں اس کا دوسروں سے ٹکراؤ ہو۔ یہاں کوئی درخت دوسرے درخت کی کاٹ نہیں کرتا۔ مگر اسی دنیا میں ایک انسان دوسرے انسان کی تخریب کے منصوبے بناتا ہے یہاں لمبا کھڑا ہوا درخت اپنا سایہ زمین پر بچھا کر اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے مگر انسان کو اگر کوئی بلندی حاصل ہو جائے تو وہ فوراً اکڑنے لگتا ہے۔

انسان کا یہ رویہ خدا کی اس پسند کے سراسر خلاف ہے جو اس نے اپنی پوری کائنات میں نافذ کر رکھا ہے۔ قیامت اسی لئے آئے گی کہ وہ اس تضاد کو ختم کر دے۔ وہ خدا کے سوا ہر بڑائی کی نفی کر دے، وہ خدا کی مرضی کے سوا ہر مرضی کو باطل ثابت کر دے۔

امتحان کی مدت پوری ہونے کے بعد خدا موجودہ دنیا کو توڑ کر ایک اور دنیا بنائے گا۔ وہاں اچھے اور برے ایک دوسرے سے الگ کر دئے جائیں گے۔ اس کے بعد اچھے لوگ جنت میں ہوں گے اور برے لوگ جہنم میں۔

جیسا بونا ویسا کاٹنا

کاٹنے کے دن وہی آدمی کھیتی کاٹتا ہے جس نے کاٹنے کا دن آنے سے پہلے کھیتی کی ہو اور وہی چیز کاٹتا ہے جو اس نے اپنے کھیت میں بوئی تھی۔ یہی معاملہ آخرت کا بھی ہے۔ آخرت میں ہر شخص کو وہی فصل ملے گی جو اس نے موت سے پہلے دنیا میں بوئی تھی۔ جو شخص حسد و عداوت اور ظلم و خود پرستی کے طریقوں پر چلتا رہا وہ گویا اپنی زمین میں کانٹے دار درخت کا بیج بو رہا ہے ایسا شخص آخرت میں کانٹے دار پھل پائے گا۔ اس کے برعکس جو شخص انصاف اور خیر خواہی اور اعترافِ حق کا طریقہ اختیار کرے وہ گویا پھل دار درخت کا بیج بو رہا ہے۔ ایسا شخص آخرت میں خوشبودار پھلوں کا وارث بنے گا۔

آدمی دنیا میں سرکشی دکھاتا ہے پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ آخرت میں وہ خدا کے فرماں بردار بندوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ وہ دنیا میں تخریبی سرگرمیوں میں مشغول رہتا ہے پھر بھی یہ سمجھتا ہے کہ وہ آخرت کے تعمیری نتائج میں اپنا حصہ پائے گا۔ وہ دنیا میں الفاظ کے اوپر اپنی زندگی کھڑی کرتا ہے پھر بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ آخرت میں حقائق کی صورت میں اس کا انجام اس کی طرف لوٹے گا۔ اس کے پاس خدا کا پیغام آتا ہے مگر وہ اس کو نہیں مانتا پھر بھی وہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کے مقبول بندوں میں شامل کیا جائے گا۔

خدا انسان کو جنت کی طرف بلا رہا ہے جو ابدی آرام اور خوشیوں کی جگہ ہے۔ مگر وہ چند دن کی جھوٹی لذتوں میں کھویا ہوا ہے، وہ خدا کی پکار کی طرف نہیں دوڑتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں حاصل کر رہا ہوں حالانکہ وہ صرف کھو رہا ہے۔ دنیا میں مکان بنا کر وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی زندگی کی تعمیر کر رہا ہوں حالاں کہ وہ صرف ریت کی دیواریں کھڑی کر رہا ہے جو صرف اس لئے بنتی ہیں کہ بننے کے بعد ہمیشہ کے لئے گر پڑیں۔

جنت کس کے لئے

جنت کا داخلہ صرف اس کے لئے لکھا گیا ہے جس نے ہر دوسری عظمت کی نفی کر کے ایک خدا کی عظمت کو پایا ہو، جس نے اپنے سینہ کو ہر دوسری محبت سے خالی کر کے اس میں صرف خدا کی محبت کو جگہ دی ہو۔ جب کسی سے کوئی اختلافی معاملہ پڑتا ہے اور آدمی انصاف کو چھوڑ کر بے انصافی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے لئے جنت میں بسائے جانے کا استحقاق کھو دیتا ہے۔ کیونکہ جنت انصاف پسندوں کی بستی ہے نہ کہ بے انصافوں کی سرائے۔ جب کسی سے شکایت پیدا ہونے کے موقع پر آدمی کبر اور سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ جنت کی دنیا میں بسائے جانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ جنت متواضعین کے لئے ہے نہ کہ متکبرین کے لئے۔ جب کسی سے ان بن ہونے پر آدمی اس کی بربادی کے منصوبے بناتا ہے تو وہ اپنے آپ کو جنت کا نااہل ثابت کر دیتا ہے۔ کیونکہ جنت ان اونچے انسانوں کی بستی ہے جو ایک دوسرے کی عزت کرنے والے ہوں نہ کہ ایک دوسرے کی کاٹ کرنے والے۔ کسی غیر خدا پر تنقید سن کر جب آدمی کے عقیدت و محبت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں تو وہ ثابت کرتا ہے کہ وہ جنت کی دنیا میں بسائے جانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ جنت تو ان پاکیزہ روحوں کی کالونی ہے جو خدا کی محبت و عقیدت میں جیتے ہوں نہ کہ انسانوں میں سے کسی انسان کی عقیدت و محبت میں۔ جب آدمی اپنی تعریف سن کر لذت لیتا ہے اور اپنی عزت و شہرت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو وہ جنت کی شہریت کو کھو دیتا ہے کیونکہ جنت ان بے نفس لوگوں کے لئے ہے جو صرف اللہ کی تعریف پر خوش ہوں اور اللہ کی کبریائی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہوں۔ جب آدمی کے سامنے سچائی آئے اور وہ اس کے ساتھ اندھے پن کا معاملہ کرے تو وہ جنت میں بسائے جانے کا استحقاق کھو دیتا ہے۔ کیونکہ جنت تو ان لوگوں کا مقام ہے جو اپنے آپ کو حق کے ساتھ اس طرح شامل کر لیں کہ حق کو ہمیشہ حق کی صورت میں دیکھیں اور باطل کو ہمیشہ باطل کی صورت میں۔

صراطِ مستقیم

انسان کے لئے کامیابی کی منزل تک پہنچنے کا سیدھا راستہ صرف ایک ہے اور وہ خدا کی طرف رخ کرنا ہے۔ یعنی اپنی تمام توجہات اور سرگرمیوں کو خدا کی طرف موڑ دینا۔ خدا کو اپنا سب کچھ بنا کر اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا، یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ راستہ منزل سے بھٹکا ہوا راستہ ہے جس میں خدا کی طرف رخ نہ پایا جاتا ہو۔

اپنے نفس کی مانگیں پوری کرنے میں لگا رہنا۔ کسی زندہ یا مردہ شخص کی بڑائی میں گم رہنا، مثبت مقصد کے بجائے منفی چیزوں کی طرف دوڑنا۔ حسد اور بغض اور انتقام اور انانیت کے جذبات کے تحت عمل کرنا۔ قوم یا وطن یا جماعت کو سب سے اونچا مقام دے کر اس کے لئے اپنے کو وقف کر دینا۔ یہ سب ٹیڑھی راہیں ہیں جو اصل راستہ کے دائیں بائیں سے نکلتی ہیں۔ وہ اصل منزل کے اِدھر اُدھر سے گزر جاتی ہیں اور اپنے مسافر کو منزل تک نہیں پہنچاتیں۔

جب بھی ایسا ہو کہ آدمی کے دل میں خدا کے سوا کسی اور کی یاد سما جائے، وہ خدا کے سوا کسی اور کو پکارے اور خدا کے سوا کسی اور کو اپنے جذبات کا مرکز بنالے، اس کی سرگرمیوں کا رخ خدا کے سوا کسی اور چیز کی طرف ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا، اس نے اپنے "نقطہ" سے خدا کے "نقطہ" کی طرف سفر نہیں کیا۔

ریل گاڑی کی ایک پٹری ہوتی ہے۔ گاڑی اگر پٹری پر چلے تو وہ کامیابی کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر اس کے پہیئے پٹری کے دائیں بائیں اتر جائیں تو اس کا راستہ کھوٹا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی منزل پر پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ ایسا ہی معاملہ انسان کا ہے۔ انسان اگر سیدھا اپنے خدا کی طرف سفر کرے تو اس کا سفر صحیح طور پر جاری رہتا ہے اور بالآخر اس کو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر اس کے سفر کا رخ خدا کی طرف نہ رہے تو وہ بھٹک جاتا ہے اور بربادی کے سوا کسی انجام تک نہیں پہنچتا۔

اسلام زندگی کا ضمیمہ نہیں

پانی کے گلاس میں پتھر کا ایک ٹکڑا ڈالیں تو وہ اس کے اندر اتر کر ایک کنارے بیٹھ جائے گا۔ وہ پانی میں ہوگا مگر پانی سے الگ ہوگا۔ پتھر پتھر رہے گا اور پانی پانی۔ مگر اسی گلاس میں جب آپ رنگ ڈالتے ہیں تو رنگ اور پانی دونوں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اب پانی رنگ سے الگ نہیں ہوتا بلکہ دونوں اس طرح مل جاتے ہیں کہ باہر سے دیکھنے والا ان میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔

اسلام کا معاملہ اور آدمی کا معاملہ پتھر اور پانی جیسا معاملہ نہیں ہے بلکہ وہ رنگ اور پانی جیسا معاملہ ہے مسلمان کی زندگی میں اسلام ایک علیحدہ ضمیمہ کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی پوری ہستی میں سما جاتا ہے۔ وہ اس کے جذبات میں شامل ہو کر اس کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ وہ اس کی سوچ میں اس طرح داخل ہوتا ہے کہ اس کا ذہن اسی کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ اسلام اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ وہ اس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ وہ اس کا ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے جس کے تحت وہ دنیا میں اپنی تمام کارروائیاں کرتا ہے۔ اسلام وہی ہے جو آدمی کے اوپر اس طرح چھا جائے کہ اس کی کوئی چیز اس سے باہر نہ رہے۔ اس کے ہر بول میں اسلام کی جھلک ہو۔ اس کا ہر عمل اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

جو اسلام پانی میں پتھر کی طرح رہے وہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام وہی ہے جو پانی کے اندر رنگ کی طرح گھل جائے۔ آدمی کو کسی سے محبت ہو تو اس کا پورا وجود اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کو کسی سے نفرت ہو تو اس کا پورا وجود اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اسلام کو حقیقی معنوں میں اپناتا ہے تو وہ اس کے پورے وجود کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ وہ کہیں بھی اسلام سے الگ نہیں ہوتا اور نہ اسلام اس سے۔

اللہ کی عبادت

عبادت اپنے ظاہر کے اعتبار سے کچھ خاص آداب بجالانے کا نام ہے اور حقیقت کے اعتبار سے یہ ہے کہ کسی چیز کو اپنے جذباتِ شوق اور جذباتِ احتیاج کا مرکز بنالیا جائے۔ اس اعتبار سے ہر آدمی کسی نہ کسی کی عبادت کر رہا ہے۔ ہر آدمی کی کوئی سب سے بڑی چاہت ہوتی ہے جس کو پانے کے لئے وہ اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے۔ ہر آدمی کہیں اپنے کو محتاج محسوس کرتا ہے اور اس محتاجی کی تلافی کے لئے وہ کسی نہ کسی کی مدد پر بھروسہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ جب آدمی صرف اللہ کی طرف لپکے اور صرف اللہ پر بھروسہ کرے تو یہی اللہ کی عبادت کرنا ہے اور جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو اپنے ان جذبات کا مرکز بنالے تو وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کر رہا ہے۔

جو شخص اللہ کی عبادت کرے وہ صرف اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ اسی پکار کے ایک روزمرہ طریقہ کا نام نماز ہے۔ وہ اپنے رب میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ضرورتیں بھی اس سے کم ہو جاتی ہیں، اسی کی ایک متعین صورت کا نام روزہ ہے۔ اس کا شوق اس کو اکساتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف دوڑے، اسی کے ایک تاریخی عمل کا نام حج ہے۔ اس کا سابقہ جب انسانوں سے پڑتا ہے تو لوگوں کے ساتھ بھی وہ اسی عنایت کا سلوک کرنے لگتا ہے جس عنایت کو وہ اپنے لئے اپنے رب سے مانگ رہا ہے، اسی کے ایک مقررہ نظام کا نام زکواۃ ہے۔

جو شخص اللہ کا عابد ہو، اس کی پوری زندگی اندر سے باہر تک عبادت بن جاتی ہے۔ وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کا۔ وہ جھکتا ہے تو اللہ کے لئے جھکتا ہے۔ اس کو اندیشہ ہوتا ہے تو صرف اللہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس کے دل میں محبت کے جذبات امنڈتے ہیں تو صرف اللہ کے لئے امنڈتے ہیں۔ وہ زندگی کے معاملات میں لحاظ کرتا ہے تو صرف اللہ کا لحاظ کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔

پرستش کی قسمیں

پرستش کسی صورت کا نام نہیں بلکہ پرستش ایک حقیقت کا نام ہے۔ کسی چیز سے سب سے زیادہ لگاؤ، کسی چیز کی برتری کا اتنا غلبہ کہ اس کے مقابلہ میں دوسری تمام چیزیں غیر اہم بن جائیں، یہی پرستش ہے اور اس اعتبار سے آدمی جس چیز کو اپنی زندگی میں شامل کرے وہ اس کی پرستش کر رہا ہے۔ خواہ وہ زبان سے کسی دوسری چیز کے پرستار ہونے کا اقرار کرتا ہو۔

جب آدمی ایک شخص کو یہ مقام دیتا ہے کہ اس کے آگے اس کی گردن جھک جائے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی اپنے ایک فائدہ کو یہ اہمیت دیتا ہے کہ اس کی خاطر وہ دوسری تمام چیزوں کو نظر انداز کر دے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی مال کو اس قابل سمجھتا ہے کہ وہ اس سے اپنی امیدیں اور تمنائیں وابستہ کرے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

اسی طرح جب آدمی ایک رواج کو یہ حیثیت دیتا ہے کہ ہر دوسرے تقاضے سے بے پروا ہو کر وہ اس کو پورا کرے تو وہ رواج کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی کسی کے خلاف ابھرنے والے نفسانی جذبات سے اتنا مغلوب ہوتا ہے کہ ہر دوسری چیز کو نظر انداز کر کے اس کو اپنے انتقامی جذبات کا نشانہ بناتا ہے تو وہ اپنے نفس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی معیار زندگی کے مسئلہ سے اتنا مرعوب ہوتا ہے کہ اپنے وقت اور کمائی کو تمام تر اپنے دنیوی معیار کو بڑھانے میں لگا دیتا ہے تو وہ معیار زندگی کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی جاہ و مرتبہ کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دے کر اپنے کو اونچا اٹھانا چاہتا ہے تو وہ جاہ کی پرستش کرتا ہے ——— دنیا میں آدمی کا امتحان یہ ہے کہ ہر اعتبار سے وہ صرف ایک خدا کی پرستش کرے، پرستش میں اس کے ساتھ کسی بھی دوسری چیز کو شریک نہ کرے۔ اس کا لگاؤ، اس کا احترام، اس کی وابستگی، اس کا جھکنا، سب کچھ سب سے زیادہ صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔

مومن کے صبح و شام

مسلمان سویرے بستر سے اٹھتا ہے تو اس کی زبان پر یہ دعا ہوتی ہے کہ خدایا تیرا شکر ہے، تو نے مجھے سلایا اور تو نے مجھے بیدار کیا۔ وہ پاک صاف ہوکر فجر کی نماز کے لئے مسجد پہنچتا ہے تاکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر خدا کی خدائی اور اس کے مقابلہ میں اپنی بندگی کا اعتراف کرے۔ وہ قرآن کا ایک حصہ پڑھ کر معلوم کرتا ہے کہ اس کا رب اس سے کیا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی کی سرگرمیوں میں لگ جاتا ہے۔ دن کے دوران میں اس پر تین نمازوں کے اوقات آتے ہیں۔ ظہر، عصر اور مغرب۔ ہر نماز کے وقت وہ اپنا کام چھوڑ کر اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں پہلی حیثیت خدا کو دیتا ہے نہ کہ کسی اور کو۔

جب اس کو بھوک لگتی ہے اور وہ کھانا کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس کا بال بال خدا کے شکر میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدایا تو نے کیسا عجیب پانی بنایا جس سے میں اپنی پیاس بجھاؤں اور کیسا عجیب رزق اتارا جس سے میں اپنی بھوک مٹاؤں۔ جب اس کو کوئی کامیابی ہوتی ہے تو وہ اس کو خدا کی طرف سے سمجھ کر شکر ادا کرتا ہے۔ کوئی ناکامی ہوتی ہے تو اپنی غلطی کا نتیجہ سمجھ کر اللہ سے تلافی کی دعا کرتا ہے۔ جب کسی سے اس کا سابقہ پیش آتا ہے تو وہ اس سے یہ سمجھ کر معاملہ کرتا ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور ایک روز اس سے پوری زندگی کا حساب لے گا۔ اس طرح رات آجاتی ہے۔ اب وہ اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر دوبارہ اپنے کو پاک صاف کرتا ہے اور رات کی آخری نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔ سوتے ہوئے اس کی زبان پر یہ دعا ہوتی ہے: خدایا تیرے ہاتھ میں میری زندگی ہے اور تیرے ہاتھ میں میری موت ہے۔ مجھ کو معاف فرما اور مجھ کو اپنی رحمتوں کے سایہ میں داخل فرما۔ مسلمان اپنی زندگی کا نظام خدا کو سامنے رکھ کر بناتا ہے نہ کہ خدا سے آزاد ہوکر۔

اللہ کی راہ میں خرچ

آدمی کے پاس جو کچھ ہے خدا کا دیا ہوا ہے۔ آدمی کی زندگی اور اس کا اثاثہ سب کچھ خدا کی بخشش ہے۔ اس بخشش کا شکریہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ آدمی کو دیا ہے وہ اس کو اللہ کے قدموں میں ڈال دے۔ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا اللہ کے لئے اسی حوالگی کی ایک علامت ہے۔

آدمی دنیا میں جو کچھ کماتا ہے اسی لئے کماتا ہے کہ خدا نے اس کو ہاتھ اور پاؤں دئے ہیں جن سے وہ عمل کرے۔ اس کو آنکھ اور زبان دی ہے جس سے وہ دیکھے اور بولے۔ اس کو دماغ دیا ہے جس سے وہ سوچے اور منصوبہ بنائے۔ اسی کے ساتھ خدا نے آدمی کو ایک ایسی دنیا میں رکھا جو پوری طرح اس کے تابع ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس طرح بنائی گئی ہے کہ انسان اس کو جس طرح چاہے اپنے کام میں لائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو آدمی جسم و دماغ کی تمام طاقتیں رکھتے ہوئے بھی دنیا سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔ اگر گیہوں کا دانہ فصل کی صورت میں نہ اگے بلکہ پتھر کے ٹکڑے کی طرح زمین میں پڑا رہے تو انسان کے لئے زمین سے غلہ حاصل کرنا ناممکن ہو جائے۔ فطرت کی طاقتیں اگر اپنا مقررہ عمل ظاہر نہ کریں تو نہ بجلی پیدا ہو اور نہ کوئی سواری حرکت کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دنیا میں انسان جو کمائی کرتا ہے وہ براہ راست خدا کا احسان ہوتی ہے۔ اس احسان کا بدلہ یہ ہے کہ آدمی اپنی کمائی کو اللہ کے دین کی راہ میں خرچ کرے۔ وہ اس سے اللہ کے کمزور بندوں کی مدد کرے۔ خدا کی دی ہوئی دولت کو وہ خدا کے بتائے ہوئے طریقوں میں لگائے۔

اللہ کی راہ کا خرچ وہ ہے جو صرف اللہ کے لئے ہو نہ کہ شہرت یا عزت یا بدلہ پانے کے لئے۔ مال کے ذریعہ آدمی اپنے آپ کو دنیا کی مصیبتوں سے بچاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں دیا ہوا مال وہ ہے جس کو آخرت کی مصیبتوں سے نجات پانے کے لئے دیا جائے۔

اسلامی اخلاق

اسلامی اخلاق دوسرے لفظوں میں خدائی اخلاق ہے۔ یعنی بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اسی فیاضی اور وسعت کا معاملہ کرنا جو معاملہ ان کا خدا ان کے ساتھ کر رہا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے (تغابن ۱۴) یعنی جب کسی سے تلخی یا ان بن ہو جائے تو تم وہ انداز اختیار کرو جو خدا کا انداز ہے۔ خدا آدمی کی غلطی کو معاف کرتا ہے اور کسی کی غلطی کی وجہ سے اپنی مہربانیاں اس سے اٹھا نہیں لیتا۔ یہی حال تمھارا ہونا چاہئے۔ تمھارے بارے میں کوئی شخص ایسی بات کہہ دے جس سے تم کو تکلیف پہنچ جائے، کوئی ایسا سلوک کرے جو تمھارے لئے شکایت کا باعث ہو تو محض اس وجہ سے تم اس کی طرف سے اپنے دل کو برا نہ کرلو بلکہ غلطی کو نظر انداز کرکے اور شکایت کو بھلا کر اس سے معاملہ کرو۔

اسلامی اخلاقیات ایک لفظ میں وسعت ظرف کی اخلاقیات کا نام ہے۔ عام طور پر لوگوں کا اخلاق اس کے تابع ہوتا ہے کہ کسی نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو کسی نے کیا کہا اور کسی نے کیا کیا جیسی باتوں سے اوپر اٹھ کر لوگوں سے معاملہ کرے۔ اس کا اخلاق خدا کے حکم کے تحت بنا ہو نہ کہ رد عمل کی نفسیات کے تحت۔

اسلامی اخلاق کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو نفع پہنچانے والا بنے، وہ دوسروں کے کام آئے۔ اور اگر کوئی شخص یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ دوسرے کو نفع پہنچائے تو آخری درجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی برائی سے بچائے۔ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ پاؤں سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ اس کے بعد اسلامی اخلاق کا کوئی درجہ نہیں۔

اتحاد کی جڑ تواضع

حاجی امداد اللہ صاحب (۱۸۹۹ - ۱۸۱۷) نے فرمایا: اتفاق کی جڑ تواضع ہے۔ اگر ہر شخص کا حال یہ ہو جائے کہ وہ اپنے مقابلہ میں دوسرے کو بہتر سمجھنے لگے تو نااتفاقی کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیوں کہ نااتفاقی اسی سبب سے پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھتا ہے اور اپنی ذات کو اور اپنی بات کو ہر حال میں اوپر رکھنا چاہتا ہے جب کوئی اپنے کو بہتر نہ سمجھے تو اس کے بعد اختلاف کس بات پر ہو گا۔

بہت سے لوگ ایک ساتھ رہتے ہوں تو بار بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے رائے یا مفاد کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر ہر آدمی کے اندر اپنی بہتری کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ میری رائے سب سے اچھی ہے، میرا حق سب سے زیادہ ہے میرے مفاد کا تحفظ سب سے پہلے ضروری ہے۔ یہ احساسات ہر آدمی کو دوسرے آدمی کا حریف بنا دیتے ہیں اور آپس کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اگر دونوں فریق اکڑ جائیں تو باہمی اختلاف جنم لیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک آدمی تواضع کا انداز اختیار کرلے، وہ اپنی رائے یا اپنے مفاد کو اوپر رکھنے کے بجائے نیچے رکھنے پر راضی ہو جائے تو اس کے بعد اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اور معاشرہ میں اتحاد کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے گی ـــــ اختلاف کے باوجود متحد ہونے کا نام اتحاد ہے نہ کہ اختلاف کے بغیر متحد ہونے کا۔

یہ ممکن نہیں کہ لوگوں کے درمیان اختلاف اور شکایت پیدا نہ ہو۔ اختلاف اور شکایت کا پیدا ہونا بالکل فطری ہے۔ اس لئے باہمی اتحاد کی صورت صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ لوگ اختلاف سے دل میلا نہ کریں۔ اختلاف کے باوجود باہم متحد ہو کر رہیں۔

وعظ کون کرے

ایک بزرگ نے فرمایا: وعظ وہ شخص کرے جس کو وعظ کا کم سے کم اتنا تقاضا ہو جتنا ایک شخص کو رفع حاجت کا ہوتا ہے۔ وعظ کا مطلب ریکارڈ بجانا نہیں ہے اور نہ یہ مقصد ہے کہ ایک شاندار تقریر کر کے لوگوں سے یہ داد لی جائے کہ خوب بولے۔ وعظ کا مطلب اپنے اندرون کو انڈیلنا ہے، ایک پائی ہوئی حقیقت کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ ایک چھپی ہوئی بات کو لوگوں پر کھولنے کے لئے زندہ گواہ بن کر کھڑا ہونا ہے۔ اس قسم کا وعظ محض کچھ الفاظ بولنا نہیں بلکہ ایک مشکل ترین عمل کرنا ہے۔ کوئی شخص حقیقی معنوں میں یہ عمل اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ وہ اپنی بات کو کہنے کے لئے اتنا مضطرب ہو چکا ہو کہ وہ محسوس کرے کہ اس کو ہر قیمت پر اپنی بات لوگوں تک پہنچانی ہے، خواہ اس کے لئے لوگ اس سے ناراض ہو جائیں اور خواہ اس کی راہ میں اس کو اپنا سب کچھ کھو دینا پڑے۔

یہی معاملہ تحریر کا بھی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اتنا زیادہ مطالعہ کرے کہ معلومات اس کے ذہن سے ابلنے لگیں۔ متعلقہ موضوع پر جو ذخیرہ تیار ہو چکا ہے اس کو چھاننے کے بعد وہ محسوس کرے کہ اب بھی کچھ لکھنے کے لئے باقی ہے۔ اس کا حال یہ ہو جائے کہ اس کی معلومات تھامے نہ تھمیں اور اس کی بے تابی روکے نہ رکے۔ جب یہ نوبت آجائے اس وقت آدمی کو لکھنے کے لئے اٹھنا چاہئے۔ اس کے بغیر جو لوگ لکھیں وہ صرف سفید کاغذ کو سیاہ کرنے کا کام کریں گے اور اس کے بغیر جو لوگ بولیں وہ صرف فضائی شور وغل میں اضافہ کا باعث ہونگے اس طرح کا لکھنا اور بولنا نہ سننے والوں کو کوئی فائدہ دیتا ہے اور نہ سنانے والوں کو۔

واعظ کا وعظ کوئی کھیل تماشا نہیں، وہ بندوں کے سامنے خدا کی نمائندگی ہے۔ اس کام کو کرنے کا حق صرف اس شخص کو ہے جو اپنی ہستی کو خدا میں گم کر دے۔ جو لوگ اس کے بغیر واعظ بنیں وہ حقیقۃً مجرم ہیں نہ کہ واعظ۔

سچائی کا اعتراف

سچائی دنیا میں خدا کی نمائندہ ہے۔ سچائی کو نہ ماننا خدا کو نہ ماننا ہے۔ خدا کی زمین پر سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ آدمی کے سامنے ایک سچائی آئے اور وہ اس کا اعتراف نہ کرے۔ ہر سچائی خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے جس نے سچائی کو نہیں مانا اس نے خدا کو نہیں مانا۔

سچائی کوئی اجنبی چیز نہیں۔ وہ آدمی کی فطرت میں گندھی ہوئی ہے۔ وہ آدمی کے لئے ایک جانی پہچانی چیز ہے۔ پھر آدمی اس کا اعتراف کیوں نہیں کرتا۔ اس کی وجہ نفسیاتی رکاوٹیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سچائی کو ماننے میں دنیوی مصلحتوں کا نظام ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ کبھی اعتراف کرنا آدمی سے یہ قیمت مانگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اونچے مقام سے اتارنے پر راضی ہو جائے۔ کبھی سچائی کو ماننے میں یہ وجہ مانع ہو جاتی ہے کہ جو شخص سچائی کو پیش کر رہا ہے وہ ایک معمولی آدمی ہے یا اس سے کوئی ذاتی کدورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس قسم کی نفسیاتی رکاوٹیں آدمی کے ذہن پر غلبہ پا لیتی ہیں۔ وہ ایک ایسی چیز کا انکار کر دیتا ہے جس کے بارے میں اگر وہ سنجیدہ ہو کر سوچے تو اس کا دل گواہی دے کہ بلاشبہ وہ حقیقت ہے۔

یہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔ یہاں خدا خود سامنے نہیں آتا۔ یہاں وہ سچائی کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا میں آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ خدا کو سچائی کے لباس میں دیکھ لے اور اس کے آگے گر پڑے۔ ہر بار جب کوئی سچائی ظاہر ہو تو گویا خدا نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اس وقت جو شخص عناد اور گھمنڈ اور مصلحت پرستی میں پڑ کر سچائی کو نظر انداز کر دے اس نے خدا کو نظر انداز کیا۔ اس نے خدا کو نہ پہچانا۔ اس نے اپنے آپ کو خدا سے بڑا سمجھا۔ اس نے اپنے تقاضوں کو خدا کے تقاضے پر ترجیح دی۔ ایسا شخص آخرت میں سب سے زیادہ بے سہارا ہو گا۔ کیونکہ اس دن خدا اس کو نظر انداز کر دے گا۔ اور جس کو خدا نظر انداز کر دے اس کے لئے زمین و آسمان میں کوئی ٹھکانا نہیں۔

انسانوں کی تین قسمیں

ایمان و اسلام کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرتا ہو۔ وہ اپنے معاملات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ وہ اس طرح زندگی گزارے گویا وہ اپنے آپ پر خدا کی نگرانی قائم کئے ہوئے ہے۔ وہ خدا کو نہ دیکھتے ہوئے بھی تمام دکھائی دینے والی طاقتوں سے زیادہ اس کا اندیشہ رکھتا ہو۔ وہ خدا کے پاس ایسا دل لے کر پہنچے جو دنیا کی زندگی میں ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہا ہو۔ یہی اللہ کے مطلوب اور محبوب بندے ہیں۔ جب اللہ کی خاطر وہ دنیا کا دکھ اٹھا کر آخرت میں پہنچیں گے تو ان کا رب ان کو نہال کر دے گا۔ وہ ان سے کہے گا کہ ہرے بھرے باغوں والے جنتی مکانات میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ وہاں رہو۔ یہاں تمھارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تم چاہو۔ اور ہمارے اتھاہ انعامات اس کے علاوہ ہیں۔ (ق ۳۵-۳۱)

دوسرے لوگ وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا۔ تاہم ان سے کوتاہیاں بھی ہوئیں۔ ان کے ٹھیک کام میں غلط کام بھی شامل ہوتا رہا۔ مگر اس کمزوری کے باوجود وہ ڈھیٹ نہیں بنے۔ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرکے اللہ سے معافی مانگتے رہے اور بار بار اس کی طرف پلٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ امید ہے کہ اللہ ان کو بھی اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے گا۔ وہ جب خدا کی طرف لوٹے تو خدا بھی ان کی طرف لوٹے گا۔ کیوں کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے (توبہ ۱۰۲)

اس کے بعد تیسرا گروہ وہ ہے جس نے نفس پرستی، دنیا طلبی اور گھمنڈ کو اپنا دین بنایا۔ انھوں نے اپنی زبان اللہ کے لئے بند نہیں کی۔ ان کے قدم اللہ کے لئے نہیں رکے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے لئے نہیں جئے بلکہ اپنے لئے جئے۔ انھوں نے آخرت کی فکر نہیں کی بلکہ دنیا کی فکر کی۔ ایسی حالت میں کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا کی ابدی دنیا میں عزت کا مقام حاصل کر سکیں (ہود ۱۶-۱۵)

خدا کا انعام

آدمی کو چاہئے کہ خدا سے اتنا قریب ہوجائے کہ ہر وقت اس کو خدا کی یاد آتی رہے۔ اللہ کی بڑائی کا احساس اس کے اوپر اتنا چھاجائے کہ اپنا وجود اس کو بے حقیقت نظر آنے لگے۔ جنت اور جہنم کا اس کو اتنا یقین ہوجائے کہ دنیا کے آرام و تکلیف سے زیادہ اس کو آخرت کے آرام و تکلیف کی فکر رہنے لگے۔ وہ اپنے آپ کو اتنا اوپر اٹھائے کہ اپنی غلطیاں اس کو اس طرح دکھائی دینے لگیں جس طرح کسی کو اپنے دشمن کی غلطیاں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو نفسیاتی گرہوں سے اتنا آزاد کرلے کہ اختلاف اور شکایت کے باوجود دوسرے کے لئے اس کے دل سے دعائیں نکلنے لگیں۔ حق کا اعتراف نہ کرنا اس کو ایسا معلوم ہو گویا وہ اپنے آپ کو قتل کر رہا ہے۔ دوسرے کا آشیانہ اجاڑنا اس کو ایسا لگے جیسے وہ خود اپنے آشیانہ میں آگ لگا رہا ہے۔ یہی خدا پرستی کی زندگی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا اپنی جنت میں جگہ دے گا۔

جو لوگ اللہ کے سچے بندے بن جائیں، ان کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دنیا میں انھیں غالب کرے گا۔ یہ غلبہ ان کی خدا پرستی کا اصل انعام نہیں بلکہ اصل انعام کی ابتدائی علامت ہے۔ خدا پرستوں کے لئے اللہ نے جو انعام مقدر کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے بعد آنے والی دنیا میں وہ ان کو غلبہ و سربلندی عطا کرے۔ ان کو ہر قسم کے خوف اور حزن سے پاک کر کے اپنی رحمتیں اور نعمتیں دائمی طور پر ان کی وراثت میں دے دے۔ اسی کا نام جنت والی زندگی ہے جو آخرت میں مومنین صالحین کو حاصل ہوگی۔ مگر جب اہل ایمان کا کوئی قابل لحاظ گروہ بن جاتا ہے تو اللہ اس دنیا میں بھی اس کو علامتی طور پر غالب کر دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرکش اور غافل انسانوں کو مغلوب کر کے دکھایا جاتا ہے کہ آخرت کی ابدی دنیا میں کون عزت اور برتری کے مقام پر ہوگا اور کون ذلت اور پستی کے گڑھے میں ڈال دیا جائے گا۔

اسلامی زندگی

اسلام کا خلاصہ دو لفظوں میں یہ ہے ـــــ اللہ کا ڈر اور بندوں کی خیر خواہی۔
مسلمان وہ ہے جو اس حقیقت کو پالے کہ ساری طاقتیں صرف اللہ کے پاس ہیں اور انسان اس کے مقابلہ میں صرف ایک عاجز مخلوق ہے۔ دنیا میں بظاہر آدمی کو جو اختیار ملا ہوا ہے وہ صرف امتحان کے لئے ہے۔ امتحان کی مدت ختم ہوتے ہی خدا غیب کے پردے کو ہٹا دے گا۔ اس وقت خدا کی خدائی اور اس کے مقابلہ میں انسان کی بے بسی اس طرح کھل جائے گی کہ آدمی بالکل ڈھ پڑے گا۔ اس دن وہ حقیقتوں کو اس طرح دیکھے گا کہ ان کو مانے بغیر اس کے لئے چارہ نہ ہوگا۔

مسلمان وہ ہے جو اس آنے والے دن کو اس کے آنے سے پہلے دیکھ لے۔ ایسا شخص دنیا میں اس طرح رہنے لگتا ہے جیسے وہ خدا کو اپنے اوپر نگرانی کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ وہ جب زبان کھولتا ہے تو اس کا ایمان اس کی زبان پکڑ لیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ بولو تو حق بات بولو ورنہ چپ رہو۔ وہ جب چلنا چاہتا ہے تو خدا کا خوف اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ چلو تو صحیح سمت میں چلو ورنہ اپنے قدموں کو چلنے سے روک لو۔ اس کا یہ احساس کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اس کے اوپر نگراں بن کر چھا جاتا ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جس سے خدا راضی ہو۔ اور جس چیز سے خدا راضی نہ ہو اس کے کرنے کی اسے ہمت نہیں ہوتی۔

ایسے آدمی کے دل میں بندوں کے لئے خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بندوں کو اسی مہربانی کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے ان کا خدا انھیں دیکھ رہا ہے وہ بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنے آپ کو اسی بے لاگ انصاف کے ترازو پر کھڑا کر دیتا ہے جس بے لاگ انصاف کے ترازو پر کائنات کا خالق و مالک آخر کار سب کو کھڑا کرنے والا ہے۔

حقیقت کے مطابق

اسلام کیا ہے ، فطرت کے مطابق زندگی گزارنا۔ دنیا میں اس طرح رہنا جیسا کہ حقیقت کے اعتبار سے آدمی کو رہنا چاہئے۔ آدمی خود سے نہیں بن گیا۔ اس کو خدا نے بنایا ہے۔ اب حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ آدمی خدا کی بڑائی کو مانے اور اس کا احسان مند ہو۔ آدمی کے اندر ڈر اور محبت کے جذبات ہیں۔ وہ کسی چیز پر اعتماد کرنا چاہتا ہے اور کسی چیز کو اپنی دوڑ دھوپ کا مرکز بناتا ہے۔ اب حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ آدمی ان حیثیتوں سے خدا کو اپنا مرکز بنائے۔ کیوں کہ دوسری تمام چیزیں مخلوق ہیں، خدا کے سوا کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

دنیا میں جتنے آدمی پیدا ہوئے یا پیدا ہوں گے سب کے باپ آدم ہیں ، سب بالآخر ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس لئے حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ ہر آدمی دوسرے کا خیر خواہ ہو، ہر ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کا سا برتاؤ کرے۔ ہر آدمی کے اندر ضمیر ہے۔ یہ ضمیر انصاف کو پسند کرتا ہے اور ظلم اور بے انصافی کو ناپسند کرتا ہے۔ اب حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے درمیان اس طرح رہے کہ ہر آدمی دوسرے کا خیر خواہ ہو، ہر ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے۔ آدمی پر ایک روز موت آنی ہے۔ موت ہر آدمی سے وہ چیز چھین لیتی ہے جو دنیا میں اس کو حاصل تھی۔ اس لئے حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ دنیا کی اونچ نیچ کو وقتی اور مصنوعی خیال کیا جائے۔ ہر آدمی کو یکساں طور پر خدا کا بندہ سمجھا جائے خواہ بظاہر وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اسی طرح آدمی کے سامنے ایک حق آتا ہے وہ اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ اس کا انکار کر دے۔ مگر وہ سوچتا ہے کہ ایک دن بالآخر ایسا آنے والا ہے جب کہ میں حق کو حق اور باطل کو باطل ماننے پر مجبور ہوں گا۔ یہ سوچ کر وہ اس حق کو آج ہی مان لیتا ہے جس کو وہ کل ماننے پر مجبور ہوگا۔

خدا کی عینک سے

اگر آپ صاف شیشہ کی عینک لگائیں تو ہر چیز آپ کو اپنے اصلی رنگ میں دکھائی دے گی۔ لیکن اگر آپ کی آنکھ پر رنگین شیشہ والی عینک ہو تو ہر چیز کا رنگ مصنوعی ہو جائے گا۔اب ہر چیز آپ کو اس رنگ میں رنگی ہوئی دکھائی دے گی جو کہ آپ کی عینک کا رنگ ہے۔

یہی حال انسانی ذہن کا ہے۔ ہر آدمی جب دوسرے کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو اپنے ذہن کی "عینک" سے دیکھتا ہے۔ اگر اس کی عینک کا شیشہ صاف ہے تو ہر چیز اپنے اصلی رنگ میں دکھائی دے گی۔ اور اگر اس کی عینک کا شیشہ رنگین ہو تو کوئی چیز خواہ حقیقت میں کیسی ہی ہو، اس کے اپنے دیکھنے میں ویسی ہی دکھائی دے گی جیسا کہ اس کی اپنی عینک کا رنگ ہے۔

آدمی کا ذہن یا تو خدائی ذہن ہوتا ہے یا ذاتی ذہن۔ وہ دوسروں کو یا تو خدا کی عینک سے دیکھتا ہے، یا اپنی ذاتی پسند کی عینک سے۔ یہ دونوں طریقے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔ خدا کی عینک سے دیکھنے والا دوسروں کو حقیقت واقعہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے نہ کہ اپنی متاثر نگاہ سے۔ وہ ہر آدمی کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ وہ فی الواقع ہے۔ کیونکہ خدا کے دیکھنے کا طریقہ یہی ہے۔ مگر دوسرے آدمی کا طریقہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ ہر آدمی کو اپنے مفاد اور اپنی عصبیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جس آدمی سے اس کی دوستی ہے وہ اس کو اچھی صورت میں دکھائی دیتا ہے اور جس سے اس کا بگاڑ ہے وہ بری صورت میں۔ جو آدمی اس کے اپنے حلقہ کا ہے وہ اگر اس کو "سفید" نظر آئے تو دوسرے حلقہ کا آدمی اس کو "کالا" نظر آتا ہے۔

مومن وہ ہے جو ہر آدمی کو خدا کی نگاہ سے دیکھے نہ کہ اپنی ذاتی نگاہ سے۔

جو شخص چیزوں کو خدا کی نظر سے دیکھنے لگے وہ ایک بے پناہ انسان بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک سے وہی معاملہ کرتا ہے جو باعتبار واقعہ اسے کرنا چاہئے۔ وہ دنیا کے لحاظ سے ایک حقیقت پسند انسان بن جاتا ہے اور آخرت کے لحاظ سے ایک صالح انسان۔

ہر معاملہ میں احتیاط

غیر مومن ایک بے حس انسان ہوتا ہے اور مومن ایک حساس انسان۔ مومن کی حساسیت صرف خدا یا اس کی مقدس چیزوں ہی میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ خدا کی تمام مخلوقات کے معاملہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

مومن کا سابقہ جب کسی انسان سے پیش آتا ہے، خواہ وہ کمزور ہو یا طاقت ور، تو وہ ایک محتاط تنبہ کے ساتھ اس کے وہ تمام حقوق ادا کرتا ہے جو خدا نے ایک انسان کے لئے دوسرے انسان کے اوپر مقرر کئے ہیں۔ وہ جب کسی جانور کو اپنے استعمال میں لاتا ہے تو اس وقت بھی وہ مہربانی کے تمام آداب کا لحاظ رکھتا ہے، حتی کہ موذی جانوروں کو مارنا پڑے تو اس وقت بھی وہ ان کو بے رحمی کے ساتھ تکلیف دے دے کر مارنا اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا۔ اس کی حساسیت اس میں بھی رکاوٹ بن جاتی ہے کہ وہ کسی درخت کو خواہ مخواہ کاٹے اور کسی پھول کو بے ضرورت مسلے۔ پانی سے کام لیتے ہوئے بھی وہ اس کا خیال رکھتا ہے کہ بے فائدہ پانی نہ بہائے اور غیر ضروری طور پر خدا کی نعمت کو خرچ نہ کرے۔

ایمان آدمی کے اندر جو احتیاط اور حساسیت پیدا کرتا ہے وہ اس کا عمومی مزاج بن جاتی ہے اور اس کی تمام کارروائیوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اس کا بولنا، اس کا چلنا پھرنا، اس کا معاملہ کرنا، حتی کہ بے جان اور بے زبان چیزوں کو کام میں لانا، سب کچھ اس کے اس عام مزاج کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ جذباتی مواقع پر بھی وہ احتیاط کے پہلو کو نہیں بھولتا، قابو یافتہ ہونے کے باوجود کسی کو اس سے بے رحمی اور بے حسی کا تجربہ نہیں ہوتا۔

مومن آدمی وہ ہے جس کو یہ کھٹکا لگا ہوا ہو کہ اس کا خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس سے اس کے تمام کھلے اور چھپے کا حساب لے گا۔ ایسا آدمی عین اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک محتاط آدمی بن جاتا ہے۔

خدا کی خاطر بے اختیار ہونے والے

اس دنیا میں سارا اختیار صرف خدا کا ہے، اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ مگر امتحان کی غرض سے خدا نے انسان کو آزادی دے دی ہے۔ ایک مکمل طور پر بے اختیار دنیا میں انسان کو مکمل طور پر اختیار دیا گیا ہے اور اب خدا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اختیار کو پا کر کیا کرتا ہے۔ وہ حقیقت پسندی کا طریقہ اختیار کر کے اللہ کے آگے جھک جاتا ہے یا ظاہری اختیار کی وجہ سے دھوکے میں پڑ کر سرکشی کرتا ہے۔

جنت ان لوگوں کے لئے ہے جو اختیار رکھتے ہوئے اللہ کی خاطر اپنے کو بے اختیار کرلیں۔ جو بے خوفی کا موقع ہوتے ہوئے اللہ سے ڈریں۔ بظاہر خود سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ کو اپنا سب کچھ بنالیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اسباب کے پردہ میں رزق دیا گیا مگر اس کو انھوں نے براہ راست اللہ کی طرف سے آیا ہوا رزق سمجھا۔ ان کو اللہ نے ظلم کی قدرت دی مگر انھوں نے اللہ کے خوف سے اپنے ہاتھوں کو ظلم کرنے سے روک لیا۔ اللہ نے ان کو غصہ، نفرت، انتقام کے مواقع دئے مگر اللہ کی خاطر انھوں نے غصہ کے موقع پر صبر کیا اور نفرت اور انتقام کے موقع پر درگزر کرنے کا طریقہ اپنایا۔ اللہ نے ان کی تعریف میں لوگوں کی زبانیں کھلوائیں مگر ان کو عجز و تواضع میں لذت ملی۔ اللہ نے ان کو دولت دی مگر دولت کو اپنے ذاتی عیش میں خرچ کرنے کے بجائے انھیں اس میں تسکین ملی کہ وہ اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں لٹائیں۔ وہ اپنی مرضی پر چلنے کے بجائے اللہ کی مرضی پر چلے۔ وہ اپنے لئے جینے کے بجائے صرف اللہ کے لئے جئے۔

جنت کی نفیس دنیا ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اپنے آزاد ارادہ سے اپنے کو خدا کا محکوم بنایا۔ جنھوں نے پابند نہ ہو کر بھی خدائی پابندی کے رویہ کو اپنے لئے پسند کرلیا۔ جو پوری طرح آزاد ہونے کے باوجود پوری طرح خدا کے تابعدار بن گئے۔

آدمی کا امتحان

زندگی کا سارا معاملہ امتحان کا معاملہ ہے۔ کوئی شخص بظاہر اچھے حالات میں ہے اور کوئی بظاہر برے حالات میں۔ مگر اس اعتبار سے دونوں یکساں ہیں کہ دونوں امتحان کے ترازو میں کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں ہر آدمی کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ کسی کا امتحان ایک قسم کے حالات میں ہے اور کسی کا دوسرے قسم کے حالات میں۔

اللہ ہر آدمی کو مختلف قسم کے حالات میں ڈال کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے حالات میں کس قسم کا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اسی ردعمل پر آدمی کے آخرت کے انجام کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اللہ ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس میں ایک شخص حق پر ہوتے ہوئے کمزور پڑ جائے اور دوسرا شخص ناحق پر ہوتے ہوئے مضبوط حیثیت حاصل کرلے، اب جس شخص نے دوسرے سے معاملہ کرنے میں حق کا لحاظ کیا وہ جنتی ٹھہرا اور جس شخص نے دوسرے سے معاملہ کرنے میں موقع پرستی کا طریقہ اختیار کیا وہ جہنم کا سزاوار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مواقع پیدا کرتا ہے جس میں ایک کو دوسرے سے تکلیف پہنچے۔ اب جس شخص نے ایسے موقع پر تواضع کا طریقہ اختیار کیا وہ جنتی قرار پایا اور جس نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا وہ جہنمی بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو کمزور بناتا ہے اور کسی کو طاقت ور۔ اب جس شخص نے انصاف کے پہلو کو اہمیت دیتے ہوئے اس کے مطابق لوگوں کے ساتھ معاملہ کیا وہ جنت کا مستحق ٹھہرا اور جو شخص طاقت ور کے آگے جھکے اور کمزور کو ذلیل کرے وہ جہنم کا مستحق ہو گیا۔
اسی طرح آدمی کی زندگی میں روزانہ جو معاملات پیش آتے ہیں وہ اس کے لئے خدا کی طرف سے امتحان کے پرچے ہیں۔ ہر روز آدمی اپنے رویہ سے یا تو اپنے کو جنت کی طرف لے جاتا ہے یا جہنم کی طرف۔ آدمی کی زندگی میں ہر روز دو راستے کھلتے ہیں۔ آدمی ایک رخ پر جا کر اپنے کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور دوسرے رخ پر جا کر اپنے کو جہنم میں گرا لیتا ہے۔

جانچا جا رہا ہے

موجودہ دنیا میں ارادہ کی حد تک انسان کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ مگر واقعات برپا کرنے کا اختیار کسی کو نہیں۔ دنیا میں جتنے واقعات ہوتے ہیں سب خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور ان کی مصلحت یہ ہوتی ہے کہ مختلف حالات میں ڈال کر افراد کا امتحان لیا جائے۔

کوئی واقعہ اس لئے ہوتا ہے کہ ایک شخص کو صبر، انصاف اور حق پرستی کا کریڈٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو بے صبری، ظلم اور حق سے بے پروائی کا مجرم ٹھہرایا جائے۔ کوئی واقعہ اس لئے پیش آتا ہے کہ ایک شخص کو کسی بندۂ خدا کے خلاف سازش، بدمعاملگی اور زیادتی کا موقع دے کر اس کے جھوٹے دعویٰ اسلام کو باطل ثابت کیا جائے۔ دوسری طرف اس بندۂ خدا کی خصوصی تائید کر کے لوگوں کو بتایا جائے کہ وہ سچائی پر ہے اور اس کی مدد پر خدا کھڑا ہوا ہے۔ ایک شخص حق پر ہوتا ہے، اس کے باوجود اس کو بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ڈال دیا جاتا ہے۔ دوسرا شخص ناحق پر ہوتا ہے اس کے باوجود اس کے گرد دنیا کی رونقیں جمع کر دی جاتی ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون ہے جو ظاہر سے گزر کر حق کو پا لیتا ہے اور حق کا ساتھ دینے والا قرار پاتا ہے اور کون ہے جو ظاہری چیزوں میں اٹک جاتا ہے اور اس کا مستحق ٹھہرتا ہے کہ خدا کے یہاں اس کو حق کو نظر انداز کرنے والوں میں اٹھایا جائے۔

موجودہ دنیا میں ہر چیز امتحان کے لئے ہے۔ یہاں طاقت ور ہونا بھی امتحان کے لئے ہے اور کمزور ہونا بھی امتحان کے لئے۔ یہاں کسی کو امیر بنا کر جانچا جا رہا ہے اور کسی کو غریب بنا کر۔ موجودہ دنیا میں نہ کسی کامیاب شخص کے لئے خوش ہونے کا موقع ہے اور نہ کسی ناکام شخص کے لئے غمگین ہونے کا۔ کیوں کہ دونوں یکساں طور پر امتحان کے میدان میں کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا مختلف قسم کے واقعات برپا کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے حالات میں کس قسم کے ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ اسی ردعمل پر کسی کے لئے جنت کا فیصلہ ہوتا ہے اور کسی کے لئے جہنم کا۔

کوئی دنیا کما رہا ہے کوئی آخرت

ایک آدمی وہ ہے جس کا مقصود پیسہ ہے۔ اس نے کوئی ایسا کام پکڑ لیا ہے جس سے پیسہ ملتا ہے اور اپنے پورے وقت اور اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس میں مصروف ہے۔ جب اس کی سرگرمیوں کا نتیجہ پیسہ کی صورت میں اس کی طرف لوٹتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جب پیسہ نہ ملے تو وہ تردد میں پڑ جاتا ہے۔ دوسرا آدمی وہ ہے جو عزت و شہرت کا طالب ہے۔ وہ ہر اس کام کی طرف دوڑ پڑتا ہے جس میں اس کا نام اونچا ہو اور جس میں شرکت کی وجہ سے ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگے۔ اعزاز اور مقبولیت کے مقام پر کھڑا ہو کر اس کے نفس کو لذت ملتی ہے اور اگر اس کو اعزاز اور مقبولیت کے مقام پر کھڑا ہونے کا موقع نہ ملے تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی دنیا کھو گئی ہے۔ تیسرا آدمی وہ ہے جو اقتدار کو اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ اس کی بہترین تمنا یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے اوپر اس کا حکم چلے۔ لوگوں کی گردنیں اس کی مٹھی میں ہوں۔ لوگوں کے درمیان اس کو سب سے اوپر جگہ ملے۔ اس کے مقابلہ میں لوگ بے اختیار ہوں اور اس کو لوگوں کی قسمتوں پر اختیار حاصل ہو ——— یہ تینوں آدمی وہ ہیں جنھوں نے اپنے عمل کا نتیجہ اسی دنیا میں چاہا۔ ایسے لوگ دنیا میں خواہ جتنا بھی حاصل کریں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

اس کے بعد وہ اللہ کا بندہ ہے جو آخرت کو چاہنے والا ہے اور آخرت کی راہ میں اپنی سرگرمیوں کو لگائے ہوئے ہے۔ لوگوں کا عمل بازار میں ہوتا ہے اور اس کا عمل فطرت کی خاموش کائنات میں۔ لوگ مجمع عام میں اپنی سرگرمیاں دکھاتے ہیں اور وہ اپنی تنہائیوں میں مصروف عمل ہوتا ہے۔ لوگ دنیا کی عزت و کامیابی پاکر خوش ہوتے ہیں اور وہ اس امید میں جی رہا ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس کو اپنی رحمتوں کے سائے میں لے لے۔ بظاہر وہ اسی دنیا میں دکھائی دیتا ہے مگر اپنی سوچ اور جذبات کے اعتبار سے وہ آخرت میں جیتا ہے۔ لوگ سامنے کی دنیا میں گم ہوتے ہیں اور وہ خدا کی چھپی ہوئی کائنات میں۔

واقعات کے درمیان

آدمی کی زندگی میں روزانہ جو واقعات پیش آتے ہیں انھیں کے درمیان یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کیا ہے۔ ہر واقعہ ہمارے اندر کسی نہ کسی قسم کی ہلچل پیدا کرتا ہے اور ہماری نفسیات کسی نہ کسی صورت میں اس کا جواب پیش کرتی ہے، جو آدمی خدا کو بھولا ہوا ہے، اس پر جب کوئی واقعہ گزرتا ہے تو اس کا جواب اس کی خواہشات اور اس کے مفادات کے تابع ہوتا ہے۔ مومن وہ ہے کہ جب اس کی زندگی میں کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ خدا کو یاد کرے، وہ اس کے اندر نفسانیت کے جذبات کو نہ ابھارے بلکہ خدا پرستی کے جذبات کو ابھارے۔

زندگی میں طرح طرح کے اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ کبھی آرام ملتا ہے اور کبھی تکلیف۔ کبھی تعریف سننی ہوتی ہے اور کبھی تنقید۔ کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آتا ہے اور کبھی خوش گوار — یہ اتار چڑھاؤ سب امتحان کے پرچے ہیں۔ کامیابی یہ ہے کہ ان واقعات سے آدمی کے اندر نفسانیت نہ جاگے بلکہ خدا پرستی جاگے۔ خوشی اور آرام ہو تو اس کے اندر شکر کا جذبہ ابھرے۔ کسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے اندر عجز اور عبدیت کی روح پیدا ہو۔

دنیا میں آدمی کا اصل امتحان یہی ہے کہ مختلف حالات کے درمیان وہ کس قسم کا جواب پیش کرتا ہے۔ دولت واقتدار کے ملنے پر آدمی کے اندر اگر بڑائی کا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ ناکام ہو گیا اور اگر تواضع کا جذبہ پیدا ہو تو وہ کامیاب ہوا۔ کسی سے اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں ضد اور نفرت ابھر آئے تو وہ ناکام رہا اور اگر ہمدردی اور معافی کے احساسات ابھریں تو وہ کامیاب رہا۔ کسی سے معاملہ پیش آنے کی صورت میں اگر آدمی بے انصافی کرنے لگے تو وہ ناکام رہا اور اگر انصاف کے مطابق پورا پورا حق ادا کرے تو وہ کامیاب ہو گیا

انتخاب ہو رہا ہے

ہماری قریبی کہکشاں میں تقریباً دو سو ارب بہت بڑے بڑے ستارے ہیں اس قسم کی بے شمار کہکشائیں خلا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ کائنات ناقابل قیاس حد تک وسیع ہے۔ تاہم ساری معلوم کائنات میں نظام شمسی صرف ایک ہے۔ اسی نظام شمسی میں زمین ہے۔ زمین جیسا کرہ ساری کائنات میں کوئی دوسرا نہیں۔ پھر زمین کے اوپر انسان جیسی انوکھی مخلوق ہے انسان کے اندر زندگی ہے۔ وہ چلتا ہے اور بولتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ وہ سوچتا ہے اور جانتا ہے۔ وہ ذاتی ارادہ کے تحت عمل کرتا ہے۔ یہ انسان ایسی انوکھی چیز ہے جس کے انوکھے پن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اتنا انوکھا انسان اللہ نے کیوں بنایا۔ جواب یہ ہے کہ ـــــ ایک اور زیادہ انوکھی اور معیاری دنیا کے باسیوں کا انتخاب کرنے کے لئے جس کا نام جنت ہے۔

موجودہ دنیا ان مخلوقات کی دنیا ہے جو مجبورانہ اطاعت کر رہی ہیں، جو پابند ہو کر اللہ کی تابع ہیں۔ اب اللہ کو ایک ایسی مخلوق درکار ہے جو ارادی اطاعت کرنے والی ہو، جو پابند نہ ہو کر اس کی تابع ہو جائے۔ یہاں ایسے ہی افراد کا چناؤ ہو رہا ہے۔ اللہ کو ایسے لوگ مطلوب ہیں جو اختیار رکھتے ہوئے بے اختیار ہو جائیں۔ جو اللہ کو نہ دیکھتے ہوئے اس کو دیکھنے لگیں۔ جو دنیا میں گھرے رہ کر آخرت والے بن جائیں۔ جو انکار اور سرکشی کا موقع رکھتے ہوئے اعتراف اور اطاعت کا طریقہ اختیار کر لیں یہاں جو افراد اس صلاحیت کا ثبوت دیں گے وہ اگلی زندگی میں جنتی دنیا میں بسائے جائیں گے۔ جنت انتہائی معیاری انسانوں کی انتہائی معیاری بستی ہوگی۔ وہ اتنی حسین اور لذیذ ہوگی کہ آدمی کبھی اس سے نہ اکتائے گا، وہاں نہ کوئی دکھ ہوگا اور نہ کوئی اندیشہ۔ وہاں انسان کے لئے وہ سب کچھ موجود ہوگا جو وہ چاہے۔

مومن اللہ میں جیتا ہے

ایک چھوٹے بچے کے لئے سب کچھ اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے والدین میں جیتا ہے۔ مومن وہ ہے جو اللہ میں جینے لگے۔ اس کی یادوں میں اللہ بسا ہوا ہو۔ اس کو ڈر لگتا ہو تو اللہ کا ڈر لگتا ہو، اس کے اندر محبت کے جذبات امڈتے ہوں تو اللہ کے لئے امڈتے ہوں۔ وہ جو کچھ کرتا ہو اللہ کے لئے کرتا ہو۔ وہ اللہ کو اپنے اوپر نگراں بنائے ہوئے ہو۔

لوگ عام طور پر دوسری چیزوں میں جیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو کبھی چین حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی کسی انسانی شخصیت میں جی رہا ہے۔ کوئی دنیا کی رونقوں میں جی رہا ہے۔ کوئی اپنے بیوی بچوں میں جی رہا ہے۔ کوئی دولت اور عزت کی طلب میں جی رہا ہے۔ اسی طرح کوئی ہے جو کسی کی دشمنی میں جی رہا ہے۔ کوئی کسی کو اکھاڑنے اور برباد کرنے کی سازشوں میں جی رہا ہے۔ کوئی کسی کو بے عزت کرنے کے منصوبوں میں جی رہا ہے۔ یہ سب جینے کے باطل طریقے ہیں۔ یہ بے حقیقت چیزوں میں جینا ہے۔ یہ ایسی چیزوں میں جینا ہے جو فانی بھی ہیں اور خدا کی کائنات میں بے جوڑ بھی۔ اس لئے ایسی چیزیں آدمی کو نہ سچا سکون دے سکتی ہیں اور نہ یہی ممکن ہے کہ وہ آدمی کو اس خدائی راستہ پر چلا سکیں جو کسی کے لئے منزل تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔ ایک ایسی دنیا جہاں تمام چیزیں خدا میں جی رہی ہوں، کوئی شخص اپنے لئے جینے کا دوسرا سہارا تلاش کرے تو وہ ایسا جھوٹا سہارا ہوگا جو اس کے کسی کام آنے والا نہیں۔

جب آدمی خدا میں جینے لگے تو اس کے اندر ایک نیا انسان ابھرتا ہے۔ اب اس کو بولنے سے زیادہ چپ رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سرکشی کے بجائے اعتراف میں لذت ملتی ہے۔ اس کو شکایت کے موقع پر معاف کر دینے میں سکون ملتا ہے۔ اس کو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کر کے راحت حاصل ہوتی ہے۔ امتیاز کے مقام پر بیٹھنے سے زیادہ خوشی اس کو اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے کو عجز کے مقام پر بیٹھا ہوا دیکھے۔

غلطی کر کے پلٹنا

ایک مسافر کو کلکتہ جانا ہے، وہ ایک ٹرین میں سوار ہوتا ہے۔ مگر روانگی کے بعد اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس گاڑی میں بیٹھا ہوا ہے وہ امرت سر جانے والی گاڑی ہے۔ ایسے مسافر کا حال کیا ہوگا۔ وہ اپنی غلطی پر تڑپ اٹھے گا۔ جس سیٹ پر وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا وہ اس کو کاٹنے لگے گی۔ اگلے اسٹیشن پر جیسے ہی گاڑی رکے گی وہ فوراً اتر پڑے گا تاکہ واپس جاکر اپنی مطلوبہ گاڑی پکڑ سکے۔

ٹرین کا ایک مسافر جس طرح فوراً اپنی غلطی کو مان کر پلٹ پڑتا ہے وہی حال مومن کا آخرت کے معاملہ میں ہوتا ہے۔ اس سے جب کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جو آخرت کے رخ سے بے رخ کرنے والی ہو، جو اس کو اگلی زندگی میں نقصان پہنچانے والی ہو تو وہ بے حد شرمندہ ہوتا ہے اس کو اپنی غلطی ماننے میں دیر نہیں لگتی۔ وہ غلط سمت سے لوٹ کر فوراً صحیح سمت میں چلنے لگتا ہے۔

مومن وہی ہے جو غلطی کر کے پلٹ آئے۔ جو غصہ ہونے کے بعد معاف کر دے۔ عزت کا سوال جس کو اعتراف سے روکنے والا ثابت نہ ہو۔ اس کے برعکس جس کا حال یہ ہو کہ وہ غلطیوں میں لپٹا رہے۔ کسی سے ایک بار رنجش ہو جائے تو اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ جو کسی حال میں اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اقرار نہ کرے۔ ایسا شخص اللہ کی نظر میں مومن نہیں ہے، خواہ وہ اپنے کو کتنا ہی بڑا مسلمان سمجھتا ہو، خواہ اس نے ایمان واسلام کے کتنے ہی تمغے اپنے اوپر لگار کھے ہوں۔ موجودہ دنیا میں آدمی اپنی غلطی کو ماننا نہ چاہے تو اس کو اپنی غلطی کی تاویل کے لئے بہت سے الفاظ مل جاتے ہیں۔ کسی کے لئے اس کی دنیوی شان وشوکت اس کی برائیوں کا پردہ بن جاتی ہے۔ مگر آخرت میں کوئی چیز کسی کے کام نہ آئے گی۔ وہاں حقیقتیں اس طرح کھل جائیں گی کہ اندھے بھی ان کو دیکھنے لگیں۔

اوپر اٹھ کر سوچنا

جب تیز ہواؤں کا طوفان آتا ہے تو کم زور بازوؤں والی چھوٹی چڑیاں اس کے اندر گھر کر رہ جاتی ہیں۔ مگر جو بڑی چڑیاں ہوتی ہیں وہ اپنے مضبوط بازوؤں کے ساتھ اڑ کر اوپر چلی جاتی ہیں اور اس طرح وہ طوفان کی زد سے باہر نکل جاتی ہیں۔ اسی واقعہ کی روشنی میں انگریزی مثل ہے دی بگ برڈ آف دی اسٹارم (طوفان کی بڑی چڑیا) یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کہ کوئی شخص حالات کے گھراؤ کو توڑ کر باہر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

اسی طرح سوچنے کی بھی دو سطحیں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگوں کی سوچ ان کے قریبی حالات کے زیر اثر بنتی ہے۔ جن معاملات میں وہ گھرے ہوئے ہیں ان سے الگ ہو کر وہ سوچ نہیں پاتے۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو "طوفان کی بڑی چڑیا" کی طرح اپنے قریب کے حالات سے اوپر اٹھ جاتے ہیں۔ وہ حالات سے متاثر ہو کر نہیں سوچتے بلکہ حالات سے بلند ہو کر اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔

مومن کی سوچ بڑی چڑیا کے انداز کی سوچ (بگ برڈ تھنکنگ) ہوتی ہے۔ وہ حالات سے اوپر اٹھ کر جیتا ہے۔ وہ تکلیفوں میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ وہ مشکل حالات میں بھی دین پر جمنے والا ہوتا ہے۔ وہ شکایتوں کے باوجود لوگوں سے خیر خواہی اور انصاف کا معاملہ کرتا ہے۔ وہ حالات کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ حالات سے الگ اپنی شخصیت بناتا ہے۔ وہ طوفانوں سے باہر زندگی گزارتا ہے نہ کہ ان کے اندر۔

غیر مومن ردعمل کی نفسیات میں جیتا ہے اور مومن مثبت نفسیات میں۔ غیر مومن دوسروں کی تخریب میں اپنی تعمیر کا راز سمجھتا ہے اور مومن خود اپنے امکانات کو بروئے کار لانے میں۔ غیر مومن دنیا کا غم لئے ہوئے ہوتا ہے اور مومن آخرت کا غم۔ غیر مومن کا دل انسانوں میں اٹکا ہوا ہوتا ہے اور مومن کا دل صرف اللہ میں۔

اپنی غلطی کو جانیئے

"کچھ لوگ گویاکہ عجیب ہوتے ہیں،، ایک شخص نے کہا "گویاکہ ان کا ایک تکیۂ کلام بن جاتا ہے۔گویاکہ وہ اس کو گویاکہ بار بار دہراتے رہتے ہیں۔ گویاکہ۔۔۔ "، مذکورہ بزرگ اسی طرح اپنی گفتگو میں "گویاکہ " کا لفظ بار بار دہراتے رہے جو ان کا اپنا تکیہ کلام تھا۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ دوسروں پر یہ تنقید کررہے تھے کہ وہ اپنا ایک تکیہ کلام بنا لیتے ہیں اور اس کو بے موقع دہراتے رہتے ہیں۔ مگر خود اپنے بارہ میں ان کو ذرا بھی یہ احساس نہ تھا کہ انھوں نے بھی اپنا ایک تکیہ کلام بنا رکھا ہے جس کو وہ اپنی گفتگو میں بلا ضرورت بار بار دہراتے رہتے ہیں۔ ان کو دوسروں کی غلطی کی خبر تھی مگر اپنی غلطی سے وہ بالکل ناواقف تھے۔

یہ انسان کی عام کمزوری ہے۔ وہ دوسروں کی غلطیوں کو انتہائی باریک بینی کے ساتھ جانتا ہے۔ دوسروں کا معاملہ ہو تو وہ ان کی کوتاہیوں کے چھپے ہوئے گوشوں تک کو پالیتا ہے۔ مگر جب معاملہ اپنا اور اپنے متعلقین کا ہو تو وہ ایسا بے خبر ہو جاتا ہے جیسے وہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ مگر خدا کے یہاں جو چیز کام آئے گی وہ اپنی غلطیوں کو جاننا ہے نہ کہ دوسروں کی غلطیوں کا ماہر بننا۔ جو شخص دوسروں کی غلطیوں کو جانے مگر اپنی غلطیوں کو نہ جانے وہ صرف اللہ کے سامنے یہ حجت قائم کررہا ہے کہ اس کو اتنی سمجھ تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کو جان لے مگر اس کی سرکشی نے اس کو اندھا بہرا بنا دیا۔ آنکھ رکھتے ہوئے اس نے نہ دیکھا اور کان رکھتے ہوئے اس نے نہ سنا۔ ایسے آدمی کے لئے خدا کے یہاں سخت سزا کے سوا اور کچھ نہیں۔

انسان کے اندر اللہ نے برائی اور بھلائی کی پہچان رکھی ہے تاکہ وہ جہنم کے راستہ سے بچے اور جنت کے راستہ کا مسافر بنے۔ مگر جس آدمی کا یہ حال ہو کہ وہ خود خلاف حق باتوں میں مبتلا ہو اور دوسروں کو حق کی تلقین کرے، اس نے اپنی پہچان کو صرف اپنے جہنمی سفر کو تیز تر کرنے میں استعمال کیا کیونکہ اس قسم کی تلقین صرف ایک جرم ہے نہ کہ کوئی حقیقی عمل۔

مومن کی دولت

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو خوش خبری دے دو کہ ایک دن آئے گا کہ اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی۔ پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (توبہ ۳۵) یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا اب ہم کون سا مال جمع کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی بابت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا:

لیتخذ احدکم قلبا شاکراً ولساناً ذاکراً وزوجۃ مومنۃ تعین احدکم علیٰ امر الآخرۃ (ابن ماجہ)

تم میں سے ہر شخص شکر کرنے والا دل اور یاد کرنے والی زبان کو اپنائے اور مومن بیوی کو جو آخرت کے معاملہ میں اس کی مدد کرے۔

دولت وہی ہے جو زندگی کے مسائل میں کام آئے۔ مومن کے لئے سب سے بڑا مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہوتا ہے، اس لئے وہ اسی چیز کو دولت سمجھتا ہے جو آخرت میں کام آنے والی ہو۔ آخرت میں جو چیز آدمی کے کام آئے گی وہ یہ کہ دنیا میں وہ اس طرح رہے کہ ہر حال میں وہ اللہ کا شکر کرنے والا ہو۔ اس کا دل اس طرح اللہ میں اٹکا ہوا ہو کہ ہر وقت اس کو اللہ کی یاد آتی رہے جو شخص اپنے لئے آخرت والی زندگی پسند کرے وہ اپنی زندگی کا ساتھی بھی کسی آخرت پسند کو بنائے گا۔ ایسے آدمی کے لئے ایسی ایک بیوی بہت بڑی دولت ہے جو دنیا کے بجائے آخرت کو چاہتی ہو جو اس کو دنیا کی وقتی چیزوں کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے بلکہ اس کو آخرت کی طرف چلنے میں مدد دے

لوگ سونا چاندی کو دولت سمجھتے ہیں۔ مگر مومن کی دولت خدا ہے۔ وہ ان چیزوں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے جو اس کو خدا سے قریب کرنے والی ہوں۔ جو بعد کو آنے والی دنیا میں اس کو خدا کی رحمتوں کا مستحق بنائیں۔

معاش کا مسئلہ

معاش مومن کی زندگی کا مقصد نہیں، اس کی زندگی کی ضرورت ہے۔ مقصد کے درجہ میں مومن کے سامنے آخرت ہوتی ہے اور ضرورت کے درجہ میں دنیا۔ معاش کے سلسلے میں غیر مومن کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ "زیادہ سے زیادہ حاصل کرو" اس کے برعکس مومن کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ "جو کچھ حاصل کرو جائز طریقہ سے حاصل کرو" غیر مومن کے لئے معاش اس کے حوصلوں اور تمناؤں کی تکمیل کے لئے ہوتی ہے اور مومن کے لئے خود کفیل زندگی کے لئے۔ غیر مومن دنیا میں جیتا ہے اور دنیا ہی میں اپنی پوری قیمت حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ مگر مومن آخرت میں جیتا ہے اور آخرت میں لینا چاہتا ہے جو کچھ لینا چاہتا ہے۔ دنیا اس کے لئے عمر کی مدت پوری کرنے کی جگہ ہوتی ہے اور آخرت اس کے لئے اپنی تمناؤں کو پانے کی جگہ۔

معاش ہر آدمی کی ایک لازمی ضرورت ہے۔ کوئی شخص معاش کی جدوجہد سے خالی نہیں ہو سکتا۔ مگر اسلام اس کو ضرورت کے درجہ میں رکھتا ہے نہ کہ مقصد کے درجہ میں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاش کا حصول بذات خود آدمی کا مطلوب و مقصود نہ بن جائے۔ معاشی سرگرمیوں کے درمیان بھی اس کا دل اللہ میں اٹکا ہوا ہو، اس وقت بھی اللہ ہی اس کی یادوں کا سرمایہ بنا ہوا ہو۔

غیر مومن کے پاس دولت آتی ہے تو وہ اس سے اپنے معیار زندگی کو بڑھاتا ہے۔ مومن کے پاس دولت آتی ہے تو وہ ضرورت کے بقدر اس میں سے لے کر بقیہ کو خدا کے کام میں دے دیتا ہے۔ غیر مومن کے پاس دولت کا مصرف یہ ہے کہ وہ اپنی دنیا کے مستقبل کو بنائے اور مومن کے پاس دولت کا مصرف یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی آخرت کی تعمیر میں خرچ کرے۔ معاش کا حصول ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ مگر مومن جائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے اور جو کچھ ملتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے۔ مگر غیر مومن بے قید طور پر حاصل کرتا ہے اور کبھی حرص سے خالی نہیں ہوتا۔

تعلیم

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم وہ ہے جو قرآن و حدیث کی صورت میں مرتب ہو کر ہمارے پاس موجود ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جس کو انسان اپنی تلاش اور محنت سے بناتا ہے۔ پہلا علم آدمی کو اس کے خدا کی پہچان کراتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد جب آدمی آخرت کی مستقل دنیا میں پہنچے گا تو وہاں اس کو کس قسم کے معاملات سے سابقہ پیش آئے گا اور ان معاملات کے اعتبار سے اس کو اپنی موجودہ زندگی میں کس قسم کی تیاری کرنا چاہئے۔ دوسرا علم یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں ہمارے جو مادی اور معاشی مسائل ہیں ان کو کس طرح حل کیا جائے۔

مسلمان کو یہ دونوں علم سیکھنا ہیں۔ اس کو علم دین بھی جاننا چاہئے اور علم دنیا بھی۔ البتہ دونوں کا درجہ الگ الگ ہے۔ قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنا مسلمان کی زندگی کا مقصد ہے۔ اور دوسرے علوم کو سیکھنا مسلمان کی دنیوی ضرورت۔ قرآن و حدیث کی باتوں کو جانے بغیر کوئی شخص صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتا۔ وہ اس سے باخبر نہیں ہو سکتا کہ آخرت کی کامیابی کے لئے اس کو موجودہ زندگی میں کیا کرنا چاہئے۔ مگر دنیوی علوم کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ دنیا میں پیش آنے والے مادی معاملات میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً کھیتوں سے اچھی فصل کس طرح اگائی جائے۔ کارخانوں سے ضروریات زندگی کے سامان کس طرح بنائے جائیں۔ شہروں کی تعمیر میں کن قواعد کا لحاظ کیا جائے، وغیرہ۔ قرآن و حدیث کا علم آدمی کو آخرت کی ابدی زندگی کی تعمیر کی راہ بتاتا ہے اور دوسرے علوم دنیا کی موجودہ زندگی کی تعمیر کی راہوں سے باخبر کرتے ہیں۔

مختلف قسم کے علوم کو سیکھنا مسلمان کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا غیر مسلمان کے لئے۔ البتہ مسلمان مقصد اور ضرورت میں فرق کرتا ہے۔ قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے میں اس کا جذبہ دوسرا ہوتا ہے اور دوسرے دنیوی علوم کو حاصل کرنے میں دوسرا۔

مسجد

ایک سیاح نے لکھا ہے کہ میں نے دنیا کے مختلف حصوں کا سفر کرنے کے بعد جو چیزیں نوٹ کیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر قوموں کے یہاں کثرت سے پرانے قلعے ہر جگہ کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر مسلم ممالک میں حیرت انگیز طور پر فوجی قلعے بہت کم ہیں۔ البتہ مسلم بستیاں مسجد کے اونچے اونچے میناروں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ واقعہ مسلمان اور غیر مسلمان کے مزاجی فرق کو بتاتا ہے۔ غیر مسلم کا اعتماد تمام تر اپنی تدبیروں پر ہوتا ہے۔ اور مسلمان کا اعتماد تمام تر اللہ پر۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم قوموں نے اپنے تحفظ اور استحکام کے لئے اونچی دیواروں والے قلعے کھڑے کئے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو جہاں جہاں غلبہ حاصل ہوا انھوں نے خدا کے گھر تعمیر کئے۔ بلند و بالا قلعے اگر بزبان حال یہ کہہ رہے تھے کہ "میں بڑا ہوں" تو مسجدوں کے اوپر کھڑے ہو کر انھوں نے اپنی نسلوں او. دنیا کی آبادیوں کو یہ پیغام سنایا کہ "اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے"

مسجد کی حیثیت کسی مقام کے مسلمانوں کے لئے وہی ہے جو کعبہ کی حیثیت ساری دنیا ۔ سلمانوں کے لئے۔ کعبہ اہل اسلام کا عالمی دینی مرکز ہے اور مسجد اہل اسلام کا مقامی دینی مرکز یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں ایک طرف کعبہ کو قبلہ (بقرہ ۱۴۴) کہا گیا ہے، وہیں مقامی مسا لئے بھی یہی لفظ (واجعلوا بیوتکم قبلۃ، یونس) استعمال کیا گیا ہے۔ نماز مومنانہ زندگی کی علامت ۔ خدا کا گھر اسی علامت کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ مقامی طور پر ہر بستی میں اور بین اقوامی طور مرکز اسلام حجاز ہیں۔

مسجد میں مسلمان روزانہ پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ مسجد فطری طور پر مسلمانوں کا دینی مرکز ہے، اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ مسجد کو مسلم آبادی کے درمیان میں بنایا جائے (وان تُبنیٰ فی الدور) مسجد اپنے ماحول اور اپنی سرگرمیوں کے اعتبار سے اس بات کا پیغام ہے کہ خدا کے بندو، عبادت ایک اللہ کے لئے ہے۔ سب مل کر اسی ایک اللہ کے عبادت گزار بن جاؤ۔

اسلام اور کفر

اسلام کا مطلب ہے ماننا اور کفر کا مطلب ہے انکار کرنا۔ انسان بظاہر دنیا میں آزاد ہے کہ جو چاہے بولے اور جو چاہے کرے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا کی ہے۔ کسی کے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا دیا ہوا ہے۔ یہاں خدا کے سوا کسی کو کوئی طاقت حاصل نہیں۔ خدا ہر وقت انسان کو پکڑنے اور اس کو سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسلام یہ ہے کہ آدمی اس حقیقتِ واقعہ کو مان لے اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزارے۔ اس کے مقابلہ میں کفر یہ ہے کہ آدمی اس حقیقتِ واقعہ کو نہ مانے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کے لئے تیار نہ ہو۔

آگ جل رہی ہو تو آدمی یہ اختیار رکھتا ہے کہ اس کے اندر اپنا ہاتھ ڈال دے۔ مگر اختیار کے باوجود وہ آگ کے اندر اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا۔ یہی حقیقتِ واقعہ کا اعتراف ہے۔ دنیا میں اگرچہ بظاہر آدمی کو پوری آزادی حاصل ہے۔ مگر یہ آزادی صرف جانچ کے لئے ہے۔ خدا انسان کو آزادی دے کر یہ جانچنا چاہتا ہے کہ وہ آزادی پاکر سرکشی کرتا ہے یا حقیقتِ واقعہ کا اعتراف کر کے خدا کے آگے جھک جاتا ہے۔ جو شخص خدا کی خدائی کو تسلیم کر کے اپنی زندگی کو حقیقت کے مطابق بنائے، اس نے اسلام قبول کیا۔ ایسے شخص کے لئے خدا کے ابدی انعامات ہیں۔ اس کے برعکس جو شخص اس حقیقت کو نہ مانے اور خدا کو اپنا آقا اور اپنے آپ کو اس کا بندہ بنانے پر راضی نہ ہو اس نے کفر کیا۔ ایسے شخص کو خدا فیصلہ کے دن سخت سزا دے گا۔

جو شخص اسلام کا طریقہ اختیار کرے اس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ اس کی سوچ صحیح ترین سوچ ہوتی ہے، کیونکہ وہ حقیقت واقعہ پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کا عمل صحیح ترین عمل ہوتا ہے کیونکہ وہ حقیقتِ واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ اس کا سلوک صحیح ترین سلوک ہوتا ہے کیونکہ وہ حقیقتِ واقعہ کو سامنے رکھ کر قائم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کافر ہر معاملہ میں حقیقتِ واقعہ کے خلاف چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا انجام کامل بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔

بندہ اور خدا کا معاملہ

قرآن میں ارشاد ہوا ہے: اور جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ میری پکار کا جواب دیں اور میرے اوپر یقین رکھیں تاکہ وہ فلاح حاصل کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور بندے کا معاملہ دوطرفہ معاملہ ہے۔ بندہ وہ چیز دیتا ہے جو اس کے پاس ہے، اس کے بعد خدا اس کو وہ چیز دیتا ہے جو خدا کے پاس ہے۔ بندہ اپنے خدا کو معرفت اور تقویٰ اور شکر کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ اس کے جواب میں خدا اس کے لئے رشد (فلاح) کا فیصلہ کرتا ہے (بقرہ)

آدمی کے سامنے ایک معاملہ آتا ہے جس میں بیک وقت دو امکانات ہوتے ہیں۔ ایک شریعت اور اخلاق کے مطابق، دوسرا شریعت اور اخلاق کے خلاف۔ ایسے موقع پر خدا کی پکار کا جواب دینا یہ ہے کہ آدمی خدا کے دئے ہوئے علم کے مطابق صحیح کو پکڑے خواہ وہ بظاہر مشکل ہو اور غلط کو چھوڑ دے خواہ وہ بظاہر آسان ہو۔

آدمی کے سامنے بار بار ایسے مواقع آتے ہیں جب کہ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہوتا ہے کہ وہ یا تو ظلم اور بے انصافی کرے یا حق اور انصاف سے کام لے۔ ایسے موقع پر خدا کی پکار کا جواب دینا یہ ہے کہ آدمی ظلم اور ناانصافی سے بچے اور اپنے کو حق اور انصاف کے طریقے پر قائم رکھے۔

دنیا میں آدمی کو اپنے وجود کے اندر اور وجود کے باہر جو کچھ ملا ہے اس کو وہ اتفاق کا نتیجہ یا اپنے دست و بازو کی کمائی بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حقیقتِ واقعہ کا اعتراف کرتے ہوئے ہر چیز کو خدا کی چیز سمجھے۔ اس لئے جب آدمی کو کوئی چیز ملے تو خدا کی پکار کا جواب دینا یہ ہے کہ اس وقت آدمی کہہ اٹھے کہ خدایا تو ہی دینے والا ہے اور تو ہی نے سب کچھ دیا ہے ——— بندہ جب اس طرح اپنے دماغ اور دل کا نذرانہ خدا کے سامنے پیش کر دے تو خدا اس کے لئے رُشد کا فیصلہ کر دیتا ہے، جس کا مطلب ہے دنیا میں صالح زندگی اور آخرت میں ابدی جنت۔

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

لوگوں نے ایک بزرگ سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ بزرگ نے جواب دیا: اس لئے کہ آپ لوگ خدا سے وہ چیز مانگتے ہیں جو آپ دوسرے انسانوں کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ آپ خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ آپ کو ظالموں کے ظلم سے بچائے۔ مگر آپ میں سے ایک شخص کو جب کسی کے اوپر غلبہ حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنے ظلم کا مزہ چکھانے سے باز نہیں رہتا۔ آپ خدا سے جان و مال کی امان مانگتے ہیں مگر آپ میں سے ایک شخص کو جب موقع ملتا ہے تو وہ اپنے بھائی کے جان و مال کو اپنے لئے جائز کر لیتا ہے۔ آپ خدا سے باعزت زندگی مانگتے ہیں مگر آپ میں سے ایک شخص اگر کسی کے اوپر قابو پالے تو وہ اس کو بے عزت کر کے خوش ہوتا ہے۔ آپ خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ آپ کو دشمن قوموں کی سازش سے بچائے مگر آپ میں سے ایک شخص کو اگر کسی سے اختلاف ہو جائے تو اس کو اکھاڑنے کے لئے وہ ہر قسم کی سازشیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔

دعا کی قبولیت کی لازمی شرط یہ ہے کہ آدمی دعا مانگنے میں سنجیدہ ہو۔ اس کی دعا اس کی پوری ہستی کی پکار ہو نہ کہ محض زبان کی حرکت سے نکلے ہوئے الفاظ۔ جب آدمی سنجیدہ ہو تو اس کی زندگی تضاد سے خالی ہو جاتی ہے۔ اس کی دعا میں اور اس کے عمل میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اگر ایک شخص فی الواقع ظلم کو ناپسند کرتا ہے اور دوسرے آدمی کے ظلم کو قابل شکایت سمجھ رہا ہے تو ناممکن ہے کہ وہ خود اپنے دائرے میں ظالم بن جائے۔ اپنے دائرہ اختیار میں ظلم کرنا اور دوسرے کے ظلم پر احتجاج کرنا ایسا تضاد ہے جو ثابت کرتا ہے کہ آدمی اپنے کہنے میں سنجیدہ نہیں ہے، وہ قول بلا فعل (صف) کی سطح پر ہے۔ اور جو شخص قول بلا فعل کی سطح پر ہو اس کی دعا اس کے منھ پر مار دی جاتی ہے نہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کا شرف حاصل کرے۔

ایک شخص لوگوں کو باہم لڑاتا پھرتا ہو اور خدا سے دعا کرے کہ "خدایا لوگوں کو متحد کر دے"، تو یہ اللہ کی نظر میں دعا نہیں ہے بلکہ ایک مذاق ہے جو دعا کرنے والے کو صرف سزا کا مستحق بناتی ہے۔ دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی بندوں کو وہی دے رہا ہو جو وہ خدا سے اپنے لئے مانگ رہا ہے۔ اس سے دوسروں کو وہی رحمت و عنایت ملے جس رحمت و عنایت کی درخواست وہ خدا سے اپنے لئے کر رہا ہے۔ اس کے بغیر دعا ایک جرم ہے نہ کہ حقیقۃً اللہ کے سامنے پیش کی جانے والی درخواست۔

عصری اسلوب میں اسلامی لٹریچر، مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

تذکیر القرآن (مکمل)
مطالعۂ سیرت
اسباق تاریخ
تعمیر حیات
تعمیر انسانیت
سفرنامہ (غیر ملکی اسفار، جلد اول)
سفرنامہ (غیر ملکی اسفار، جلد دوم)
اسلام: ایک تعارف
اللہ اکبر
پیغمبر انقلاب
مذہب اور جدید چیلنج
عظمت قرآن
عظمت اسلام
عظمت صحابہ
دین کامل
الاسلام
ظہور اسلام
اسلامی زندگی
احیاء اسلام
راز حیات
صراط مستقیم
خاتونِ اسلام
سوشلزم اور اسلام
اسلام اور عصر حاضر
الربانیۃ
کاروانِ ملت
حقیقت حج
اسلامی تعلیمات
اسلام دور جدید کا خالق
حدیث رسول
راہ عمل
تعبیر کی غلطی
دین کی سیاسی تعبیر
عظمتِ مومن

اسلام: ایک عظیم جدوجہد
تاریخ دعوت حق
مطالعہ سیرت (کتابچہ)
ڈائری (جلد اول)
کتاب زندگی
اقوالِ حکمت
تعمیر کی طرف
تبلیغی تحریک
تجدید دین
عقلیاتِ اسلام
قرآن کا مطلوب انسان
دین کیا ہے؟
اسلام دین فطرت
تعمیر ملت
تاریخ کا سبق
فسادات کا مسئلہ
انسان اپنے آپ کو پہچان
تعارف اسلام
اسلام پندرہویں صدی میں
راہیں بند نہیں
ایمانی طاقت
اتحاد ملت
سبق آموز واقعات
زلزلہ قیامت
حقیقت کی تلاش
پیغمبر اسلام
آخری سفر
اسلامی دعوت
حل یہاں ہے
امہات المومنین
تصویر ملت
دعوت اسلام
دعوت حق
نشری تقریریں

دین انسانیت
فکر اسلامی
شتم رسول کا مسئلہ
طلاق اسلام میں
مضامین اسلام
حیات طیبہ
باغ جنت
نار جہنم
سچا راستہ
دینی تعلیم
خلیج ڈائری
رہنمائے حیات
تعدد ازدواج
ہندستانی مسلمان
روشن مستقبل
صوم رمضان
اسلام کا تعارف
علما اور دور جدید
سفرنامہ اسپین و فلسطین
مارکسزم: تاریخ جس کو رد کر چکی ہے
سوشلزم ایک غیر اسلامی نظریہ
یکساں سول کوڈ
اسلام کیا ہے؟
میوات کا سفر
قیادت نامہ
منزل کی طرف
اسفار ہند
ڈائری ۹۰-۱۹۸۹
قال اللہ و قال الرسول
ڈائری ۹۲-۱۹۹۱
مطالعۂ قرآن
مذہب اور سائنس
دین و شریعت (نئی کتاب)
مسائل اجتہاد (نئی کتاب)